صراط مستقیم قرآن کی روشنی میں

مصنّف

آیۃ اللہ کریمی جہرمی

مترجم

سیّد حیدر علی زیدی مظفر نگری

بِسْمِ اللَّهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيم

ہدیہ

خود تجسس میں چلی آتی صراط مستقیم

گر سمجھ لیتا زمانہ کاش کیا ہیں فاطمہ سلام اللہ علیہا

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو ہدیہ کرتا ہوں مولائے کائنات امیر المومنین حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اور بنت پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حضرت فاطمہ زہرا صلواۃ اللہ علیہا کی خدمت میں کہ جنہوں نے نہ صرف محافظ اسلام و انسانیت بلکہ صراط مستقیم کے حقیقی مصداق بچے اس دنیا کہ حوالہ کیئے۔اور کربلا کے ان تمام والدین کے نام کہ جنہوں نے ایسے بچے پال کر اس دنیا کو دے دیئے کہ جو امام برحق کے حکم سے اسلام اور انسانیت کو بچانے کیلئے صراط مستقیم پر قربان ہو گئے اور آج تک حق و باطل کے درمیان حد فاصل کا کام کر رہے ہیں ۔

اس التجا کے ساتھ کہ خدا وند عالم ان تمام والدین اور شہداء کے صدقہ میں اس زمانہ کے تمام والدین کو اپنے بچوں کی ایسی ہی تربیت کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور ہم کو صراط مستقیم پر چلنے اور اپنے والدین کیلئے باعث عزت و سربلندی بننے کی توفیق عطا فرمائے۔

آمین یا رب العالمین

انتساب

میں اپنی اس ناچیز کوشش کو اپنے مرحوم والد سید اشفاق حسین زیدی مرحوم ا سید ذوالفقار حسین زیدی مرحوم اور سیدہ سردار فاطمہ زیدی مرحومہ بنت سید حامد حسین زیدی مرحوم اور برادر بزرگ سید محمد وصی مرحوم کے نام کرتا ہوں ۔

جن کی دعائیں آج بھی میرے لئے سپر کا کام کر رہی اور جنکی ربوبیت و شفقت آج بھی میرے لئے سائبان بنی ہوئی ہیں۔اور جن کی پاک پاکیزہ تربیت نے مجھکو محب اہلبیت علیہم السلام اور صراط مستقیم پر چلنے کے لائق اور قم جیسی مقدس سرزمین پر علوم آل محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم حاصل کرنے کا اہل بنایا ۔

مقدمہ

قرآن مجید میں کثرت سے استعمال ونے والے الفاظ میں سے ایک صراط مستقیم ہے۔ اور اس کا قرآن مجید میں کثرت سے استعمال ونا ایک خاص اہمیت کی جانب اشارہ رتا ہے ۔

قرآنمجید میں صراط مستقیم کبھی سیدھے راستہ کی ہدایت کی دعا، کبھی ام تر سنگر {کہ جسکو شیطان منہدم رنے کی تاک میں بیٹھا وا ہے } کے معنی میں استعمال وا ہے۔اور مقامات پر قرآن مجید میں صراط مستقیم کے ارکان اور مدایق کو بیان کیا یا ہے ۔جیسا کہ ایسے وؤں کے اسماء کا تذرہ کیا یاہے کہ جنکی، اپنی ور بانی سے،صراط مستقیم کی جانب ہدایت کی ہے ۔

ان وجہ سے ہر لیم الطبع اور پاک و پاکیزہ فطرت رنے والاانسان صراط مستقیم پر رنا پسند رتا ہے ۔اس کے ترہ سے ا اندوز اور اس راہ سے ہٹنے پر اپنی ناراضی اور پریشانی کا اظہار رتا ہے اور اس راہی کو اپنے لیے ننگ و عار سمجھتا ہے ۔ حقیقت میں اگر انسان کبھی بھی اس راہ سے منحرف وا وگا، تو وہ اپنے گزرے وئے کل کو یاد رکے بہت نادم وپشیمان وگا ۔اور شاید جب تک وہ زندہ رہے گا گزرے دنوں کی یادیں اکو غمگین وپریشان رتی رہیں گی ۔کہ اے کاش :میری زندگی میں اس طرح کے حالات پیدا نہ وئے وتےاور میں اس راہ پر نہ چلا وتا اور ان برائیوں میں ملوّث اور غلط کام انجام نہ دئے وتے ۔ یہ دونوں باتیں بات کا تقاضہ رتی ہیں کہ تمام ادیان کے ماننے والے بالخصوص اسلام کے پیروکار صراط مستقیم کے متعلّق دقیق و عمیق مطالعہ ریں اور مفہوم و مصداق کے اعتبار سے اس کی تحقیق ریں ۔ اوقات یہ کام ضروری اور مفید کاموں میں شمار وتا ہے۔

بیشک:قرآن ریم کے واضح ، زندہ تر اورحیات بخش الفاظ میں سے ایک صراط مستقیم بھی ہے۔

صراط مستقیم ،ہر روش ضمیر انسان کی آواز ہے ۔

صراط مستقیم ،ہر بیدار ضمیر اور حساس آدمی کا کھویا وا رمایہ ہے ۔

صراط مستقیم ، ہر روش ضمیر مسلمان کی دلی خواہش اور آرزو ہے ۔

صراط مستقیم ،وہ ریسان ہے کہ جس سے روزانہ مسلمان صبح و شام متمسک وتےاور خداوند عالم سے اس راستہ کی درخواست رتے ہیں ۔

صراط مستقیم ،وہ آرزو ہے جس کا م البہ { مادی ویا معنوی } خدا وند عالم کی بارگاہ میں سب سے زیادہ کیا جاتا ہے صراط مستقیم ،تمام خوبیوں، اچھائیوں اور انسانی الات و ہدایت کا نچوڑ ہے ۔

صراط مستقیم ،ایک ایسا گران بہاموتی ہے کہ جس کو انسانیت کے دشمن ، شیطان نے اپنا ہدف قرار دیا اورا‏علان کیا کہ:

(لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِراطَكَ الْمُسْتَقِيمَ) (١٦)(1)

میں تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤں گا ۔اور تمام انسانوں کو بہکاؤں گا۔

شیطان کی حساسیت صراط مستقیم سے ہے اور وہ کوشش رتا ہے کہ کسی بھی طرح بندگان خدا کو اس راستے سے منحرف ردے ۔اس کتاب کے مباحث صراط مستقیم سے متعلق ہیں اور اس آسمانی لفظ کے مختلف پہلووں پر سیر حاصل گفتگو کی گئی ہے ۔

یہ کتاب ماہ رجب ارجب ۱۴۲۴ ھ میں لکھی گئی اور اب ا کو کئی سالوں کے بعد نظر ثانی رکے قارئین محترم کی خدمت میں پیش ر رہے ہیں۔

----

(1):- سورہ اعراف ،آیت

اور مجھے ا ید ہے کہ اس کتاب کے م العہ سے ہ اری زندگی پر ایک خاص اثر مترتب وگا اور قرآن ریم کی جانب ایک نیا باب ھلے گا۔اور م ایک نئے زاویہ سے اس آس انی کتاب کے بلند رو بالا مفاہیم اور معارف الہی سے آشنا وں گے، م صراط مستقیم کے تعلّق قرآن ریم کے واضح بیانات کو دیکھیں گے۔کہ کبھی انسان راہی اور دوزخ کے راستہ کو صراط مستقیم اور سیدھے راستہ کی شکل میں دیکھتا ہے۔یا یہ کہ شیطان اور اسکے وال اس طرح وں کیلئے اکی جلوہ نمائی رتے ہیں ۔

بہر حال م صراط مستقیم کے تعلّق قرآن مجید کے واضح اور روشن بیان کو مد نظر رکھ ر اور مصمّم ارادہ کے ساتھ اس راہ کی جانب حرکت ریں اور اِدھر ادھر نہ بھٹکیں ۔ اورنتیجہ میں ابدی سعادت اور ال انسانی تک پہونچ جائیں اور خدا وند عالم کی رحمت ورضا کو حاصل رلیں ۔

والحمد لله اولا و آخرا و صلی الله علی محمد و آله الطاهرین

فروردین / ۱۳۸۵

م ابق : ربیع الاول/ ۱۴۲۷

حوزہ علمیہ ،قم

علی ریمی جهرمی

صراط مستقیم کی برتری .رانی ہے

لیم ا . اور صحیح . رت کا مالک انسان . بات کا بہتر واہ ہے کہ صراط مستقیم کو دو ری را وں سے مقایسہ نہیں کیا جا تا ، یہ راہ ،انسان کی نجات اور سعادت کی راہ ہے اور اسکے علاوہ جو کچھ بھی ہے ا کی ہلاکت اور انحراط کا راستہ ہے قرآن ریم ضمیر کی یقینی آواز کو بیان رتے وئے ارشاد فرماتا ہے۔

(وَ ضَرَبَ اللَّهُ مَثَلاً رَجُلَيْنِ أَحَدُهُما أَبْكَمُ لا يَقْدِرُ عَلى شَيْءٍ وَ هُوَ كَلٌّ عَلى مَوْلاهُ أَيْنَما يُوَجِّهْهُ لا يَأْتِ بِخَيْرٍ هَلْ يَسْتَوي هُوَ وَ مَنْ يَأْمُرُ بِالْعَدْلِ وَ هُوَ عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٧٦) (۱)

اور اللہ نے ایک مثال ان دو انسانوں کی بیان کی ہے ۔ج میں سے ایک ونگا ہے اور اس کے بس میں کچھ نہیں ہے ۔ بلکہ وہ خود اپنے مولا کے ر پر بوجھ ہے کہ جس طرف بھی بھیج دے کوئی خیر لیکر نہیں آئیگا ۔ تو کیا اس کے برابر و تا ہے جو عدل کا حکم دیتا ہے اور سیدھے راستہ پر گامزن ہے۔

(أَ فَمَنْ يَمْشي مُكِبًّا عَلى وَجْهِهِ أَهْدى أَمَّنْ يَمْشي سَوِيًّا عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٢٢) (۲)

کیا وہ شخص جو منھ کے بل چلتا ہے وہ زیادہ ہدایت یافتہ ہے،یا جو سیدھے سیدھے صراط مستقیم پر چل رہا ہے ،

آپ نے ور کیا کہ دونوں مقامات پر مطلب کو استفہام کی صورت میں بیان کیا یا ہے۔اگرچہ اسکا استفہام انکاری صورت میں ہے ،ہر حال میں اس بیان کو خبر کی صورت میں بیان نہیں کیا یا ہے ۔ ویا یصلہ کو ۔ پاک . رت اور وجدان لیم رنے والے اور بیدار مخاطبین کے حوالہ ر دیا یا ہے ۔

----

(۱):- سورہ نحل آیۃ ۷۶:

(۲):-سورہ ملک آیۃ ۲۲

بیشک قرآن کریم کتاب فطرت کتاب دل، پاک و پاکیزہ ضمیر اورکتاب سلیم العقل ہے۔ اور ہر وہ چیز کہ وجہ پاک سرشت انسانوں کے دلوں کی گہرائیوں میں پنہاں و پوشیدہ ہے (یعنی وہ انسان کہ جو خواب غفلت میں نہیں پڑے ہوئے ہیں)کو بیان کرتا ہے وجدان اور فطرت سالم اور ان کی خدا جوئی سے ہم آواز اور ہم آھنگ ہے ۔اور کون سا روشن ضمیر اور حقیقت شناس انسان ہے کہ جو ایک گمراہ انسان کو ہدایت یافتہ اور با بصیرت انسان کی مانند قرار دے۔اور دونوں کو ایک دوسرے کے برابر و مساوی سمجھے؟

نہیں ؛ ہر گز وہ دونوں برابر نہیں ہوتے ۔کیونکہ ان میں ایک باطل پر گامزن ہے اور جانتے ہوئے بھی اس پر آگے بڑھا چلا جا رہا ہے ۔اور دوسرا وہ ہے کہ جوحق اور انسانیت کی راہ میں قدم اٹھاتا ہے ۔یعنی پہلاانسان ظلمت و گمراہی میں پڑا ہوا ہے اور دوسرا نور و ہدایت میں غرق، اور اطمینان و سکون اور کھلے ذہن کے ساتھ اپنی نورانی ہدایت کو آگے بڑھاتا ہے ۔لہذا یہ دونوں ایک دوسرے کے برابر کیسے ہو سکتے ہیں ؟

صراط مستقیم کا آغاز کرنے والے

صراط مستقیم اس سے پہلے کہ راہ کے خواہاں،پاک و پاکیزہ اورخود یافتہ انسانوں کی راہ ہو ۔خدا وند عالم، افضل انبیاء ﷺاور اولیاء الہی کی راہ ہے۔ قرآن کریم اس گفتگو کے ضمن میں (کہ جو حضرت ہودعلیہ السلام اور ان کی قوم کے درمیان ہوئی)ارشاد فرماتا ہے ، حضرت ہود علیہ السلامنے ان سے کہا ۔

(إِنِّي تَوَكَّلْتُ عَلَى اللَّهِ رَبِّي وَ رَبِّكُمْ ما مِنْ دَابَّةٍ إِلاَّ هُوَ آخِذٌ بِناصِيَتِها إِنَّ رَبِّي عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٥٦)[۱]

میرا اعتماد پروردگار پر ہے جو میرا اور تمہارا سب کا خدا ہے اور کوئی زمین پر چلنے والا ایسا نہیں ہے جسکی پیشانی اسکے قبضہ میں نہ ہو ۔میرے پروردگار کا راستہ بالکل سیدھا ہے ،

----

(۱):- سورہ ھود آیۃ ٥٦

بیشک حضرت ہود علیہ السلام نے اپنے پروردگار کی کہ جو تمام عالمین کا پالنے والا ہے ؛ اس طرح تعریف کرتے ہیں کہ میرا پروردگار صراط مستقیم پر ہے یعنی اس کی راہ میں اور اسکے لئے کجی اور انحراف و لغزش نہیں ہے ۔اس بنیاد پر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اپنے کاموں کو خدا کے سپرد کر دیا اور اس پر توکل و اعتماد کرتے ہیں ۔ اور دوسروں کے درمیان معارف الہی کی تبلیغ و ترویج کیلئے کوشش کرتے ہیں اور اس وجہ سے خدا وند متعال ہی موجودات اور کل کائنات کا حاکم علی الاطلاق ہوتا ہے کہ جو تمام چیزوں کے امور کو بہترین شکل میں چلاتا ہے۔قرآن کریم کے بیان کے مطابق پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صراط مستقیم پر ہیں ۔خدا وند عالم ان کو مخاطب کرتے ہوئے ارشاد فرماتا ہے (يس (١)وَ الْقُرْآنِ الْحَكيمِ (٢)إِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلينَ (٣)عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٤) (١)

یس [ای پیغمبر] قرآن حکیم کی قسم ۔: آپ مرسلین میں سے ہیں اور صراط مستقیم پر ثابت اور استوار ہے ۔

چنانچہ آنحضرت(ص)کے دوسرے افتخار آمیز خطاب میں ارشاد فرماتا ہے(فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذي أُوحِيَ إِلَيْكَ إِنَّكَ عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٤٣) (٢)

لہذا آپ حکم کو مضبوطی سے پکڑے رہیں کہ جسکی وحی کی گئی ہے [قرآن کریم] کہ یقینا آپ بالکل سیدھے راستہ پر ہیں ۔

یہ افتخار صرف اس انسان کیلئے ہے کہ جو صراط مستقیم اور بالکل سیدھے راستہ پر ہو۔اور جس نے انحراف اور لغزش کے راستے پر قدم بھی نہ رکھا ہو ۔اور خطرناک اور حیرت آور راستوں کے بارے میں سوچا بھی نہ ہو ۔وہ افراد کہ جنہوں نے صراط مستقیم پر قدم رکھا اور اس راہ پر گامزن ہیں تو انہوں نے راہ خدا کو انتخاب کیا اور پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی راہ کو آگے بڑھا رہے ہیں ۔اور ان کی یہ حرکت خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی جانب ہے اور ان کی راہ پر گامزن ہے ۔

----

(١):- سورہ یس آیۃ ١،٢،٣،٤

(٢):- سورہ زخرف ٤٣

صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنے والے

انسان اپنی پاکیزہ فطرت کی بنیاد پر صراط مستقیم کی تلاش میں اور اسکا خواہاں ہوتا ہے۔ لیکن اس کیمیائے سعادت تک پہونچنا بہت مشکل ہے۔ اسلئے کہ اس کا امکان پایا جاتا ہے۔اور غلط راہ اس کی نظر میں صراط مستقیم کی حیثیت سے جلوہ گر ہو جاتی ہے ۔اس بنیاد پر وہ ہادی اور راہنما کا محتاج ہے ۔اور پہلے مرحلہ میں اس طرح کی ہدایت کرنے والا خدا وند عالم اور اسکے پیغمبر ہیں ۔

خدا وند عالم قرآن مجید میں ارشاد فرماتا ہے ۔

(وَ إِنَّ اللَّهَ لَهادِ الَّذينَ آمَنُوا إِلى‏ صِراطٍ مُسْتَقيمٍ) (٥٤) [1]

اور یقیناً اللہ ایمان لانے والوں کو سیدھے راستہ کی طرف ہدایت کرنے والا ہے ۔

یہ آیت صریحی طور پر بیان کرتی ہے کہ صراط مستقیم کی جانب انسانوں کی ہدایت کی ذمہ داری خدا وند عالم کی ذات پر ہے ۔

لیکن یہاں پر صاحبان ایمان کیلئے صراط مستقیم کی جانب الٰہی ہدایت کو انہیں کا خاصہ قرار دیا گیا ہے ۔اور اس کی دلیل شاید ان چیزوں میں سے کوئی ایک ہو۔

(۱) وہ افراد کہ جو ہدایت الٰہی سے بہرہ مند ہیں،وہ مومنین ہیں کہ جو صراط مستقیم کی جانب ہدایت خدا وندی سے سروکار رکھتے ہیں اور خدا وند عالم کی اس عظیم نعمت کی مٹھاس کو محسوس کرتے ہیں ۔

(۲) اہل ایمان اگرچہ ہدایت یافتہ ہیں لیکن صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنے کے مختلف مراتب ہیں ۔اور خدا وند عالم اپنے خاص لطف کے ذریعہ ابتدا سے آخری مرحلہ تک عروج عطا کرتا ہے ۔ اور اس طرح ہمیشہ صراط مستقیم کی جانب انوار الٰہی سے استفادہ کرتے ہیں اور زیادہ ترقی حاصل کرتے ہیں ۔

----

(۱):- سورہ حج آیۃ ۵۴

اور قرآن ریم میں بھی ارشاد ورہا ہے ۔

(وَ إِنَّكَ لَتَدْعُوهُمْ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(۷۳) (۱)

اور آپ انہیں سیدھے راستہ کی د وت دینے والے ہیں۔

بیشک پیغمبر اسلامصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کہ جو رحمت اور ا   اہی کا ظیم الشان مظہر ہیں و وں کو صراط مستقیم کی جانب د وت دیتے ہیں اور ا کی جانب ان کو لے جاتے ہیں ۔

خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے ۔

(وَ إِنَّكَ لَتَهْدي إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ (۵۲)صِراطِ اللَّهِ الَّذي لَهُ مافِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ أَلا إِلَى اللَّهِ تَصيرُ الْأُمُورُ (۵۳) (۲)

اور بیشک آپ و وں کو راستہ کی طرف ہدایت ر رہے ہیں[۵۲]اس خدا کا راستہ جسکے اختیار میں زمین و آسمان کی تمام چیزیں ہیں ۔

اگر پہلے والی آیت میں کلمہ(د وت) استعمال کیا یا تھا تو اس آیت میں لفظ اور عنوان دونوں ہی (ہدایت) کو قرار دیا یا ہے ۔

اگر چہ پیغمبر اسلامصلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی د وت بھی ا کی ہدایت ہی ہے اور و وں کوصراط مستقیم کی جانب لاتا ویا ان کو اس راہ کی جانب ہدایت رتا ہے ۔

----

(۱):- سورہ مومنون آیۃ ۷۳

(۲):- سورہ شوری آیۃ ۵۲،۵۳

صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنے کے لایق افراد

اگرچہ خدا وند عالم کی جانب سے و وں کی طرف اسکا فیض جاری و ساری ہے ۔ اور صراط مستقیم کی جانب ہدایت نقطہ نہیں وتی ہے ۔لیکن اس کے در یان و وں کی قابلیب (قبول رنے کی صلاحیت) کی بھی شرط ہے اور اگر محل ہدایت (انسان کا دل)قابل(قبول رنے کی صلاحیت)نہ ر ہتا وگا تو طبعی طور پر صراط مستقیم کی جانب ہدایت حاصل نہیں ر تے ہیں ا کی وضاحت کیلئےان آیات پر غور و فکر ریں۔

(قُلْ لِلَّهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ يَهْدي مَنْ يَشاءُ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(١٤٢) (١)

اے پیغمبر آپ ہدیجئے کہ مشرق و مغرب خدا کے ہیں وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کیہدایت دیتا ہے ۔

(وَ اللَّهُ يَهْدي مَنْ يَشاءُ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(٢١٣) (٢)

اور وہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت ر دیتا ہے ۔

(مَنْ يَشَأِ اللَّهُ يُضْلِلْهُ وَ مَنْ يَشَأْ يَجْعَلْهُ عَلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ) (٣٩) (٣)

اور خدا جسے چاہتا ہے یونہی راہی میں ر ہتا ہے اور جسے چاہتا ہے صراط مستقیم پر لگا دیتا ہے ۔

(وَ اللَّهُ يَدْعُوا إِلى دارِ السَّلامِ وَ يَهْدي مَنْ يَشاءُ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ) (٢٥) (٤)

اللہ ہر ایک کو سلامتی کے ھر کی طرف د وت دیتاہے اور جسے چاہتا ہے سیدھے راستہ کی ہدایت دے دیتا ہے۔

----

(۱):- سورہ بقرہ، آیہ ۱۴۲

(۲):- سورہ بقرہ،آیہ ۲۱۳

(۳):- سورہ انعام، آیہ،۳۹

(۴):- سورہ یونس ،آیہ ۲۵،

(وَ اللَّهُ يَهْدي مَنْ يَشاءُ إِلى‏ صِراطٍ مُسْتَقيمٍ) (٤٦) [1]

اور اللہ جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی ہدایت دے دیتا ہے ۔

اب قابل غوربات یہ ہے کہ خدا وند تعال جن افراد کو ہدایت دینا چاہتا ہے وہ افراد شائستہ ہدایت ہوتے ہیں ۔اور خود چاہتے ہیں کہ صراط مستقیم پر چلیں اور راہنمائی حاصل کریں۔انہوں نے ہدایت کی تلاش اور فطرت کو دنیاؤں کے ہاتھوں فروخت کرکے فراموش نہیں کر دیا ہے ۔اور انہیں کے مقابل میںوہ افرادبھی ہیں کہ جنہوں نے اپنے ضمیر اور وجدانکو پامال کر دیا ہے ۔اور اپنے کانوں میں انگلیاں دے دی ہیں تاکہ حق کی آواز کو نہ سنیں ۔اور حق و حقیقت سے رو گردانی کریں ۔ انکی آخری آرزو حیوانی غرائز کی تسکین ہے۔اوروہ اسکے علاوہ کچھ بھی نہیں سوچتے ہیں ۔خدا وند عالم اس طرح کے انسانوں کی ہدایت نہیں کرتا ہے ۔ اور ان کو گمراہی میں ہی چھوڑ دیتا ہے ۔اور یہ بالکل اس طرح صحیح ہے جیسے ایک کھیل کود میں زندگی بسر کرنے والا اور درس نہ پڑھنے والا اور معلم بالکل ان بیکار اور علم کی مانند کہ جس کو نہ پڑھنے اور درس کو اہمیت نہ دینے کی وجہ سے مدرسہ اور اسکول سے نکال دیا گیا ہو ۔ اور امتحان سے محروم کر دیا گیا ہو ۔ یہ کام اس سے بغض و عناد کی بنیاد پر نہیں ہے بلکہ اسلئے ہے کہ اسنے اپنی طاقت و قوت اور صلاحیت کو کاہلی اور تباہکاری میں خرچ کر دیا ہے ۔ اور معلموں اور اساتذہ کی نصیحتوں اور ہمدردیوں کو کوئی اہمیت نہیں دیتا ہے بلکہ ان کی مخالفت کو اپنا شعار بنا لیا ہے ۔ اس حقیقت کو نہ تنہا ان آیات سے جو بندوں کے تئیں ظلم کی نفی کرتی ہیں سمجھا جا سکتا ہے ۔بلکہ بہت سی آیات میں صراحت کے ساتھ بیان کیا گیا ہے۔اور خدا وند تعال بطور نمونہ ارشاد فرماتا ہے ۔

----

(۱):- سورہ نور ،آیہ ، ۴٦

(قَدْ جاءَكُمْ مِنَ اللَّهِ نُورٌ وَ كِتابٌ مُبينٌ (١٥)يَهْدي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوانَهُ سُبُلَ السَّلامِ وَ يُخْرِجُهُمْ مِنَ الظُّلُماتِ إِلَى النُّورِ بِإِذْنِهِ وَ يَهْديهِمْ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(١٦) [۱]

تمہارے پاس خدا کی طرف نور اورکتاب آچکی ہے [۱۵] جسکے ذریعہ خدا اپنی خوشنودی کا اتباع کرنے والوں کو سلامتی کے ہدایت کرتا ہے اور انہیں تاریکیوں سے نکال کر اپنے حکم سے نور کی طرف لے آتا ہے اور انہیں صراط مستقیم کی ہدایت کرتا ہے [۱۶]

توجہ کریں کہ خدا فرماتا ہے

(يَهْدي بِهِ اللَّهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوانَهُ) [۲]

یعنی خدا وند عالم قرآن کی برکت اور اسکی روشنی میں ان لوگوں کی ہدایت کرتا ہے کہ جو رضوان الہی کی پیروی کرتے ہیں اور خدا وند متعال کی رضا و خوشنودی حاصل کرنے کے در پے ہوتے ہیں ۔

اگر اس آیۂ کریمہ کو پہلے والی آیتوں کے ساتھ ملائیں تو اس نتیجہ پر پہونچے گے کہ خداوند متعال جسے چاہتا ہے صراط مستقیم کی جانب ہدایتکرتاہے ۔اور یہ وہ افراد ہوتے ہیں۔ جورضائے خداوندی اور ذات لایزال کی خوشنودی کو حاصل کرنے کے درپے ہوتے ہیں۔

اس بنا پر ہوا و ہوس اور خواہشات کے پجاری کہ جنکی آرزو و حسرت خواہشات نفسانی کے حصول میں سمٹی ہوئی ہے اور وہ عناصر کہ جو حق اور خدا کے مخالف ہیں ہدایت الہی کے لیے شائستہ وہ لائق نہیں ہوتے ۔

دوسرے مقام پر خدا وند عالم ارشاد فرماتا ہے

----

(۱):- سورہ مائدہ ، آیہ، ۱۶،۱۵

(۲):-سورہ مائدہ، آیہ ۱۶،

(وَ لَوْ أَنَّا كَتَبْنا عَلَيْهِمْ أَنِ اقْتُلُوا أَنْفُسَكُمْ أَوِ اخْرُجُوا مِنْ دِيارِكُمْ ما فَعَلُوهُ إِلاَّ قَليلٌ مِنْهُمْ وَ لَوْ أَنَّهُمْ فَعَلُوا ما يُوعَظُونَ بِهِ لَكانَخَيْراً لَهُمْ وَ أَشَدَّ تَثْبيتاً (٦٦)وَ إِذاً لَآتَيْناهُمْ مِنْ لَدُنَّا أَجْراً عَظيماً)(٦٧) (ا)

حالانکہ اگر یہ اس نصیحت پر عمل رتے تو انے حق میں بہتر وتا اور انکو زیادہ ثبات حاصل وتا اور م انہیں اپنی طرف سے اجر ظیم ا رتے اور انہیں سیدھے راستے کی ہدایت بھی ردیتے ۔

اس مقام ایمان اورکتاب آسمانی سے تمسک کو ہدایت کا مقدمہ قرار دیا یا ہے کہ کتاب خدا کو منبوں سے تھامنا ہدایت کا سبب ہے اس بنیاد پر اگر کسی نے کتاب خدا کو پس پشت ڈال دیا تو وہ ہر گز ھدایت اہی کے لائق نہیں ہے ۔

صراط مستقیم کیلئے مشت

اس کائنات ینپائی جانے والی ہرچیزکے لئے کوئی نہ کوئی مشل وتی ہے ۔بلکہ جتنی وہ فائدہ ند،قمیتی اور ؤثر و ا یمشکلات اتنی ہی ظیم اور خطرناک وتی ہیں۔لیے کیا کوئی چیز صراط مستقیم سے زیادہ فائدہ ند اور تیمتی ہے ۔

ہر گز نہیں ؛ اس بنیاد پر اکی راہ میں مشکلات ہیں بلکہ اکی مشکلات ظیم اور اعلی درہ کی خطرناک اور متحرک ہیں ۔اور اتنی آسانی سے دور ونے والی نہیں ہیں ۔

صراط مستقیم کی رکاوٹ اور اکی مشل قرآن ریم کے بیان کے مطابق شیطان ہے کہ جو نعال عقل تھنے والا عال اور تمام انسانیت کا دشمن ہے ۔اور ایک تم خوردہ اور با ارادہ دشمن ہے کہ جس نے یہ ارادہ ر رھا ہے کہ ہر صورت میں انسان کی راہ میں بیٹھ جائیگا اور اس کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکے گا ۔ قرآن ریم نے اس مقام پر کہ جہان خدا اور شیطان کے دریان گفتگو وئی ہے ارشاد فرماتا ہے ۔

(ا):- سورہ نساء ،آیہ، ٦٨،٦٧،٦٨

(قالَ فَبِما أَغْوَيْتَني لَأَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِراطَكَ الْمُسْتَقيمَ (١٦)ثُمَّ لَآتِيَنَّهُمْ مِنْ بَيْنِ أَيْديهِمْ وَ مِنْ خَلْفِهِمْ وَ عَنْ أَيْمانِهِمْ وَ عَنْ شَمائِلِهِمْ وَ لا تَجِدُ أَكْثَرَهُمْ شاكِرينَ) (١٧) (١)

اس نے کہا کہ پس جس طرح تو نے مجھے گمراہ کیا ہے میں تیرے سیدھے راستہ پر بیٹھ جاؤنگا [١٦] اسکے بعد سامنے پیچھے اور داہنے اور بائیں سے آؤنگا اور تو اکثریت کو شکر گزار نہیں پائیگا ہے ۔

بیشک شیطان نے وعدہ کیا ہے کہ اور یہ دھمکی دی ہے کہ بزرگان خدا کی راہ پر بیٹھ جائیگا ۔اور ان کو صراط مستقیم ،ہدایت پانے اور اس راہ پر چلنے سے روکے گا اوروہ صاف صاف کہتا ہے کہ ہر سمت اور ہر جانب سے انکو بہکانے آؤنگا اور اوپر ،نیچے اور داہنے بائیں میں کوئی فرق نہیں رہتا ہے ۔

اور اس سے مراد یہ ہے کہ ہر جہت سے جیسے بھی ہو گا انکو صراط مستقیم سے دور رکھے گا اورہر طریقے سے انکو گمراہ کریگا ۔

لیکن لوگوں کی زندگی ایک جیسی نہیں ہے بلکہ ان کی سطح فکر اور ثقافت مختلف ہوتی ہے۔ اور ہر ایک کے افکارات ایک دوسرے سے جدا ہوتے ہیں ۔لہٰذا ان جہات و ابعاد کے اعتبار سے ہر ایک کے انحراف کیلئے مخصوص راہ کو اپناتا ہے۔ علماء کا شیطان عالم شیاطین ہیں وہ جو ان کو ایک راہ کے ذریعہ اور بوڑھوں کو دوسری راہ کے ذریعہ اپنا اسیر بناتا ہے ۔ اور صاحبان دولت و حشمت کو مال و دولت کے ذریعہ سے اور فقیر و غریب کو فقر و تنگدستی کے ذریعہ سے بہکاتا ہے ۔ اور ان وسیلوں کے ذریعہ ان لوگوں کو صراط مستقیم ، تقوا اور ایمان سے دور رکھتا ہے ۔

----

(١):- سورہ اعراف ، ١٦،١٧

صراط مستقیم کی ہدایت پانے والے

اس حصہ میں ہم یہ چاہتے ہیں کہ ہدایت یافتہ اور صراط مستقیم پر چلنے والے گروہ کو پہچانیں تاکہ انکو اپنے لئے نمونہ عمل اور آئیڈیل قرار دیں اور مطمئن ہو جائیں کہ ہم صراط مستقیم پر گامزن ہیں ۔

جسوقت خدا وند عالم حضرت ابراہیم علیہ السلامکی خلت اور انکی شان و رفعت کے متعلق گفتگو کرتا ہے ۔اور انکے بیٹوں اور انکی ہدایت کے متعلق اشارہ کرتا ہے ۔ مثلا نوح علیہ السلام اور انکی ہدایت کو بیان کیا ہے ۔اور ان کی ذریت مثلا حضرت داؤد ، سلیمان،ایوب ، یوسف ، موسیٰ ، ھارون ،زکریا ، یحیٰی ،عیسی ، الیاس ، اسماعیل ، الیسع ، یونس اور لوط علیہم السلام کو شمار کرتا ہے اور انکے لئے فضائل اور امتیازات کو ذکر کرتا ہےاور اسکے بعدارشاد فرماتا ہے۔

(وَ مِنْ آبائِهِمْ وَ ذُرِّيَّاتِهِمْ وَ إِخْوانِهِمْ وَ اجْتَبَيْناهُمْ وَ هَدَيْناهُمْ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(١)

اورپھر باپ ،دادا، اولاد اور برادری میں اور خود انہیں بھی منتخب کیا اور سب کو سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی ۔

چنانچہ یہ بات واضح اور آشکار ہے کہ صراط مستقیم کے ہدایت یافتہ ابراہیم ،اسحاق ، یعقوب ،اور نوح اور دوسرے پیغمبر ہیں جنکا نام لیا گیا ہے ۔اور خدا وند عالم نے صراط مستقیم کی جانب انکی ہدایت کی ضمانت لی اورتائید کی ہے ۔

اور دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے ۔

----

(١):- سورہ انعام، ٨٧

(إِنَّ إِبْراهيمَ كانَ أُمَّةً قانِتاً لِلَّهِ حَنيفاً وَ لَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكينَ) (١٢٠)(شاكِراً لِأَنْعُمِهِ اجْتَباهُ وَ هَداهُ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ)(١٢١) (١)

ابراہیم ایک مستقل امت اور اللہ کے ا ا ت گ ار اور باطل سے کترا ر چلنے والے تھے اور مشرکین میں سے نہیں تھے [١٢٠] اور وہ اللہ کی نعمتوں کے شکر گ ار تھے خدا نے انہیں منتخب کیا تھا اور سیدھے راستہ کی ہدایت دی تھی ۔

اس آیئہ ریمہ میں زرت ابراہیم کا نام لیا یا ہے ۔اور صراط مستقیم کی جانب ان کی ہدایت کے تعلق گفتگو کی گئی ہے ، ویا کہ ان کا نام استعمال رنا اور ہدایت کے ظیم تری نمونہ اور مصداق کے عنوان سے ہے۔

تیسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔

(وَ لَقَدْ مَنَنَّا عَلى مُوسى وَ هارُونَ (١١٤)وَ نَجَّيْناهُما وَ قَوْمَهُما مِنَ الْكَرْبِ الْعَظيمِ (١١٥)وَ نَصَرْناهُمْ فَكانُوا هُمُ الْغالِبينَ (١١٦)وَ آتَيْناهُمَا الْكِتابَ الْمُسْتَبينَ (١١٧)وَ هَدَيْناهُمَا الصِّراطَ الْمُسْتَقيمَ) (١١٨) (٢)

اور م نے موسیٰ اور ھارون پر بھی احسان کیا ہے [١١٤] اور انہیں اور ان کی قوم کو ظیم رب سے نجات دلائی ہے [١١٥] اور ان کی مدد کی ہے تو وہ غلبہ حاصل رنےوالوں میں و گئے ہیں [١١٦] اور م نے انہیں م ا والی کتاب ا کی ہے [١١٧] اور دونوں کو سیدھے راستہ کی ہدایت بھی دی ہے [١١٨]

----

(١):- سورہ نحل ،آیہ، ١٢٠،١٢١

(٢):- سورہ صافات ،آیہ ١١٤ ١١٨

یہاں پر جناب موسیٰ و ھارونعلیہما السلام کا نام لیا گیا ہے اور ان کو جو چیزیں عطا کی گئیں ہیں ان میں سے ایک صراط مستقیم بھی شمار کی گئی ہے ۔اور سیدھے راستہ کی جانب ہدایت کی گئی ہے ۔بیشک صراط مستقیم کی جانب ہدایت پائے جانے والے حضرت ابراہیم ، حضرت موسیٰ اور جناب ھارون ہیںجو کہ امر نبوت اور لوگوں کو خدا کی جانب دعوت دینے میں حضرت موسیٰ کے معاون اور شریک کار ہیں ۔

اس بیان سے ہم اس نتیجہ تک پہونچتے ہیں کہ صراط مستقیم پر قدم رکھنا گویا اس راہ پر قدم رکھنا ہے کہ جس پر حضرت ابراہیم ، موسیٰ ، عیسیٰ ، زکریا ، یحیٰی ، یوسف ، یعقوب و دیگر اولیاءعلیہم السلام اور بزرگان انسانیت نے قدم رکھا ہے ۔اور صراط مستقیم پر چلنا گویا انبیاء اورامیرپیبران الٰہی کی پیروی اور انکی راہ کو آگے بڑھانا ہے اور جو اس راہ پر چل رہے ہیں اور انبیاء اورامیرپیبران الٰہی کے قدم بقدم اور ہمراہ ہیں ۔ان لوگوں کے مقابلہمیںکہ جو صراط مستقیمسے بہت دور ہیں ۔اور اس سے الگ ہو کر نمرود اور نمرودیوں ،فرعون اور فرعونیوں اور دیگر کفر، ضلالت ،انحراف،بدی ،ستمگری،ناپاکی و فساد کے رہنماؤں کے نقش قدم پر چلتے ہیں۔فساد کے عناصر اور بدی و شرارت کے جراثیم کے ہمآہنگ ہو جاتے ہیں اور ان کی راہ کو آگے بڑھاتے ہیں ۔اور نتیجہ میں جابروں اور خائنوں کے گروہ میں شامل ہو کر شرک و کفر، ظلم و خیانت کا مصداق بن جاتے ہیں ۔اور یہ لوگ بھی انہیں کے ساتھ محشور کئے جائیں گے۔

سب کی دائمی دعا ،صراط مستقیم کی ہدایت

قرآن کریم میں بہت سی دعائیں ذکر ہوئی ہیں اور اسلام کے پیرو کاروں کو تعلیم دی گئی ہے کہ ان کے وسیلہ سے خداوند متعال سے مناجات کریں ۔ اور اس کی بارگاہ میں اپنی مناجات اور ضروریات کو پیش کریں اور ان پر برکت دعاؤں میں سے یہ جملہ بھی ہے ۔

(اہدنا الصراط المستقیم) [1]

خدایا : ہم کو سیدھے راستہ کی ہدایت فرما۔

یہاں پر یہ نکتہ بھی قابل توجہ ہے کہ قرآن کریم کی دوسری دعاؤں کا پڑھنا لازم نہیں ہے ۔ اس دعائے مقدس کے بر خلاف کہ جس میں صراط مستقیم کی جانب ہدایت طلب کرنے کی دعا کو لازم قرار دیا گیا ہے ۔اور بزرگان خدا کو چاہئے کہ وہ خدا وند عالم کی بارگاہ میں ہدایت کی درخواست کریں ۔بیشک:یہ جملۂ مبارک ،سورہ حمد کی آیات میں سے ہے کہ جسے نماز کی پہلی اور دوسری رکعت میں پڑھا جاتا ہے اور عمدا اسکا ترک کرنا نماز کو باطل کر دیتا ہے ۔اس ترتیب سے ہر مسلمان دن و رات چوبیس گھنٹے میں کم از کم دس(۱۰) مرتبہ اس جملہ کو اپنی زبان پر جاری کرتا ہے ۔اور یہ اس صورت میں ہے کہ جب چار رکعتی نماز کی تیسری اور چوتھی رکعت میں اور تین رکعتی نماز کی تیسری رکعت میں تسبیحات کی جگہ سورۂ حمد نہ پڑھی جائے [2] ورنہ اس سے زیادہ ہو جائے گی۔

صراط مستقیم کی جانب ہدایت کی عظمت و اہمیت کیلئے اتنا ہی کافی ہے کہ ہر مسلمان دن و رات میں خدا وند عالم سے ہدایت کی درخواست کرتا ہے ۔اور خضوع و خشوع کے ساتھ نماز کی حالت میں خدا کی بارگاہ میں دعا کرتا ہے کہ صراط مستقیم کی جانب ہدایت فرما ۔اگرچہ تمام ہدایت یافتہ ہیں ۔اور اسی بنیاد پر نماز پڑھ رہے ہیں ۔اور خدا کی بارگاہ میں دعا کرتے ہیں۔لیکن انسان ہر حالت میں ہدایت الٰہی کا محتاج ہے کہ اگر یہ عظیم نعمت اس سے چھین لی جائے تو ہلاک ہو جائے گا ۔

----

(۱):- سورہ فاتحۃ ،آیہ ۶

(۲):- یہ عمل فقہی اعتبار سے صحیح ہے۔

اور دو ری جانب ہدایت ایک ایسا امر ہے کہ جو مختلف مراتب و حالات ر رہتا ہے۔اور ہر وہ انسان کہ جو سیڑھی کے ایک مرحلہ کو طے رہتا ہے اور دو رے مرحلہ پر پہنچ جاتا ہے ۔اور ہر ایک وہ مرحلہ کہ جسکو وہ پیچھے چھوڑ ر جاتا ہے تو اسے مقابل ایک بلند وبالا درجہ حاصل رہتا ہے ۔اس طرح ایک ناز گزار انسان اور خدا کا بندہ بھی ال کے مدارج و مراتب کی راہ میں کبھی نہیں ہے بلکہ وہ ہمیشہ متحرک رہتا ہے اور ہمیشہ ترقی اور معنوی الات کے صول کے در پی رہتا ہے ۔

اس بحث کے آخر میں اس آیت سے مناسب ایک مطلب کو بیان ر رہے ہیں شیخ صدوق قدس سرہ اور دو سرے علماء نے نقل کیا ہے کہ زرت امام صادق علیہ السلام نے اس آیئہ شریفہ (اهدنا الصراط المستقيم ہمیں م کو سیدھے راستہ کی ہدایت ر)کے تعلق ارشاد فرمایا ہے(اس راستہ کی جانب کہ جو م کو تیری محبت کی جانب کھینچے اور تیرے دین کی جانب لے جائے ۔اور م کو اپنی اس وا و وس کی پیروی رنے سے کہ جسکے بعد م ہلاک و جائیں اور م کوہر اس چیز سے بچا کہ جو خواہشات نفسانی کی پیروی رتے وئے ہلاک ر ڈالے ۔اور اپنی آراء و نظریات کے اتباع کی وجہ سے برے انجام کا شکار و جائیں)

اسکے بعد فرمایا (جو شخص بھی وا و وس کی پیروی رے گا اور اپنی رای میں مغرور وگا تو وہ اس شخص کی مانند ہے کہ جسکے بارے میں میں نے سنا ہے کہ وام الناس اکی تعظیم رتے ہیں اور اکی بزرگی و ظمت کے بارے میں باتیں رتے ہیں ۔میں چاہتا وں کہ اکو نزدیک سے دیکھوں اس رح سے کہ وہ مجھکو نہ پہچانے تاکہ میں یہ دیکھوں کہ اس کی قدر و منزلت کس طرح کی ہے ۔میں یا تو میں نے دیکھا کہ وام الناس کی اکثریت اس کے ارد گرد جمع ہے اور میں نے اپنے آپ کو نقاب سے چھپا رکھا تھا اور اس کو دیکھ رہا تھا ۔ اور وہ لگاتار فریب خوردہ وام سے اپنی بڑائی کو بیان ر رہا تھا یہانتک کہ وہ وں سے جدا و یا اور تنہا چلنے لگا تو میں بھی اسکے پیچھے پیچھے جا رہا تھا ۔

تھوڑی دیر کے بعد میں نے دیکھا کہ وہ آدمی ایک روٹی کی دکان سامنے رکا اور روٹی بنانے والے سے آنکھ بچاتے ہوئے دو عدد نان اٹھائے اور اپنے کپڑوں میں چھپا کر چل دیا۔

مجھے تعجب ہوا اور میں نے اپنے دل میں سوچا کہ شاید اس نے پہلے سے معاملہ کیا ہو اور پہلے ہی سے پیسے دے دئے ہوں یا بعد میں دے گا۔ پھر اسکے بعد ایک انار فروش کی دوکان پر پہونچا اور جب میوہ فروش کو نہیں اور مصروف پایا تو دو عدد انار اٹھائے اور انکو بھی اپنے لباس میں چھپا کر چل دیا تو مجھے مزید تعجب ہوا۔ لیکن خود سے کہا کہ شاید اسنے معاملہ کر رکھا ہو۔ البتہ یہ بھی خیال آیا کہ اگر ایسا ہے تو پھر چوروں کے انداز میں کیوں اٹھاتا۔

آخر کار وہ چلا یہاں تک کہ ایک بیمار کے سرہانے پہونچا اور دونوں روٹی اور دو عدد انار اس بیمار کو دیدئے۔ تو میں اسکے نزدیک گیا اور کہا۔

اے بندہ خدا: میں نے تمہارا نام تو بہت سنا تھا اور تم سے ملاقات کرنا چاہتا تھا لیکن اس وقت تم کو عجیب و غریب کام کرتے دیکھا ہے۔ جس کی وجہ سے میں سخت تعجب میں پڑ گیا ہوں۔ اور چاہتا ہوں کہ تم سے کچھ پوچھوں تاکہ مطمئن ہو جاؤں۔ اس نے کہا: وہ کیا ہے؟ میں نے کہا، (میں نے دیکھا کہ تم روٹی کی دوکان سے گزرے تو دو روٹی چرائیں اور انار فروش سے بھی دو انار چرائے اور اسکے بعد آکر اس بیمار کو دیئے) اس نے جواب میں کہا: (سب سے پہلے بتاؤ کہ تم کون ہو؟ میں نے کہا: فرزندان آدم میں سے ایک شخص اور امت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم میں سے ایک امتی ہوں۔ اسنے کہا: کس خاندان سے ہو؟ میں نے جواب دیا: رسول خدا کے خاندان سے۔ اسنے پوچھا: تمہارا شہر کون سا ہے؟ میں نے کہا: مدینہ منورہ۔ اس نے کہا: تو تم ضرور جعفر ابن محمد علیہما السلام ہو؟

میں نے ہا : ہاں ۔تو اسنے ہا : افسوس ، اس شرافت نسب کا کیا فائدہ ۔جب کہ ایک جاہل و اور اپنے باپ دادا کے علم کو ھوبیٹھے و۔ ون۔ اس عمل پر کہ جسکا رنے والا اور خود وہ عمل بھی قابل پیدائش ہے یہ عیب۔ نکالتے ۔ میں نے ہا : تم نے مجھ سے کون ن جہات دیکھی ؟ اس نے ہا : خدا وند عالم کے اس قول سے کہ جسمیں اسنے ارشاد فرمایا ہے ۔

(مَنْ جاءَ بِالْحَسَنَةِ فَلَهُ عَشْرُ أَمْثالِها وَ مَنْ جاءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلا يُجْزى إِلاَّ مِثْلَها وَ هُمْ لا يُظْلَمُونَ)(١٦٠) [۱]

جو شخص بھی نیکی رے گا اسے دس ۔ا اجر ملے گا اور صرف اتنی ہی زا ملے گی ۔اور اس پر کوئی ظلم نہیں کیا جائے گا ۔

میں نے چونکہ دو۔ان چرائے تو دو ۔اہ کئے اوردو عد ا۔ار چرائے تو دو عدد اور ۔اہ کئے مجموعی طور پر میں چار ۔۔ا وں کا مرتکب وا ۔لیکن ان دوا۔اروں اور روٹیوں کو راہ خدا میں دیا اور چونکہ ہر ایک اچھائی کے بدلے دس اچھائیاں وں گی تو سب ملا کر چالیس اچھائیاں و جائیں گی۔

ہ ا چار برائیوں کو چالیس اچھائیوں میں سے نکال دیں گے تو پھر چھتیس اچھائیاں میرے صہ میں بچ جائیں گی ۔

میں نے ہا :خدا تجھے موت دے ،توخو کت۔اب خدا سے جاہل ہے کہ اس طرح کاحساب وکت۔اب ر۔ت۔ا ہے۔کیا تو نے نہیں س۔ا ہے کہ خدا وند عالم نے ارشاد فرمایا ہے کہ ۔

(اِنَّما يَتَقَبَّلَ اللہُ مِنَ المتَّقِينَ) [۲]

خدا صرف صاحبان تقوا کے ا۔ال کو قبول ر۔ت۔ا ہے ۔

----

(۱):- سورہ انعام ،آیۃ، ۱۶۰

(۲):- سورہ مائدہ ،آیۃ، ۲۷

اور چونکہ تونے دو روٹیاں چرائیں تو دو گناہ کئے اور پھر اس طرح دو انار چرائے تو دو گناہ اور کئے ۔اور چونکہ ان روٹیوں اور اناروں کو بغیر مالک کی اجازت کے صدقہ دیا تو ایک گناہ اور کیا کہ ان چار کے ساتھ مل کر پانچ ہو گئے۔ نہ کہ تو نے چالیس اچھائیاں حاصل کیں۔اور جب میں یہ کہہ رہا تھا تو وہ آنکھیں پھاڑ پھاڑ کر مجھے دیکھتا رہا اور میں وہاں سے چلا آیا۔

اسکے بعد فرمایا :اس طرح کی جاہلانہ تفاسیر اور بری توجیہات سبب بنتی ہیں کہ آدمی خود گمراہ ہو اور دوسروں کو بھی گمراہ کرے ۔[1]

صراط مستقیم کا اجمالی تعارف

اب جبکہ ہم نے صراط مستقیم کی اور اس کی جانب ہدایت کی اہمیت کو قرآن کریم سے پہچان لیا ہے ۔سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ صراط مستقیم کیا ہے ؟ تاکہ اس تک پہونچنے کیلئے سعی و کوشش کریں ۔

قرآن کریم میں صراط مستقیم کو دو طرح سے بیان کیا گیا ہے ایک جگہ اس کو اجمالا بیان کیا گیا ہے ۔اور دوسرے مقام پر تفصیل سے بیان کیا گیا ہے ۔اسکے اجمالی مقامات مندرجہ ذیل ہیں ۔

(إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ)(٥١) [٢]

اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا رب ہے ہذا اس کی عبادت کرو کہ یہی صراط مستقیم ہے ۔

(وَ مَنْ يَعْتَصِمْ بِاللَّهِ فَقَدْ هُدِيَ إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ) (١٠١) [٣]

اور جو خدا سے وابستہ ہو جائے سمجھ لو کہ اسے سیدھے راستہ کی ہدایت کر دی گئی ہے۔

----

(۱):- معانی الاخبار ، ص ۳۳

(۲):- سورہ آل عمران ، آیۃ ۵۱

(۳):- سورہ آل عمران ، آیۃ ۱۰۱

(وهذا صِراطُ رَبِّكَ مُسْتَقيماً قَدْ فَصَّلْنَا الْآياتِ لِقَوْمٍ يَذَّكَّرُونَ) (١٢٦) [١]

یہی تمہارے پروردگار کاسیدھا راستہ ہے م نے نصیحت حاصل رنے واوں کیلئے آیات کو مفصّل طور سے بیان ر دیا ہے۔

(قُلْ إِنَّني هَداني رَبِّي إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ ديناً قِيَماً مِلَّةَ إِبْراهيمَحَنيفاً وَ ما كانَ مِنَ الْمُشْرِكينَ) (١٦١) [٢]

آپ کہ دیجئے کہ میرے پروردگار نے مجھے سیدھے راستہ کی ہدایت دے دی ہے۔جو ایک مُ نبوط د۔ اور باطل سے ا راض رنے والے ابراہیم کا • ب ہے اور وہ مشرکی میں سے ہرگز نہیں تھے۔

(وَ إِنَّ اللَّهَ رَبِّي وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ) (٣٦) [٣]

اور اللہ میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے ہ اا کی عبادت رو۔اور یہی صراط مستقیم ہے ۔

(وَ أَنِ اعْبُدُوني هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ) (٦١) [٤]

اور میری عبادت رو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

(وَ إِنَّكَ لَتَهْدي إِلى صِراطٍ مُسْتَقيمٍ (٥٢)صِراطِ اللَّهِ الَّذي لَهُ ما فِي السَّماواتِ وَ ما فِي الْأَرْضِ أَلا إِلَى اللَّهِ تَصيرُ الْأُمُورُ) (٥٣) [٥]

اور بیشک آپ و وں کو سیدھے راستہ کی ہدایت ر رہے و کہ یہی راہ خدا ہے۔

----

(۱):- سورہ انعام، آیۃ، ۱۲۶،

(۲):- سورہ انعام، آیۃ، ۱۶۱،

(۳):- سورہ مریم، آیۃ ، ۳۶

(۴):- سورہ یس ، آیۃ، ۶۱،

(۵):- سورہ شوری آیۃ ، ۵۲،۵۳

(وَ اتَّبِعُونِ هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ) (٦١) [١]

اور میرا اتباع رو کہ یہی سیدھا راستہ ہے ۔

(إِنَّ اللَّهَ هُوَ رَبِّي وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوهُ هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ) [٢]

اور اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے اور ا ں کی عبادت رو کہ یہی صراط مستقیم ہے۔

جیسا کہ م نے دیکھا کہ ان مقامات پر اجمالی طور پر صراط مستقیم کو بیان کیا یا ہے۔ کبھی خدا سے وابستہ ونے اور کبھی د۔ خد۔را اورکسی مقام پر عبادت پروردگار۔یا خدا و رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و پیروی کے عنوان سے اور انہیں کے مشابہ دو رے عناو۔ سے۔ی۔اد کیا یا ہے۔ اور اس طرح سے ا کی تفسیر و۔تاویل کی گئی ہے۔

(ا):- سورہ زخرف ،آیۃ ،٦١

(٢):- سورہ زخرف ،آیۃ ،٦٤

صراط مستقیم کا تفصیلی بیان

قرآن ریم میں ایک مقام پر صراط مستقیم کی تفصیلی تفسیر کی گئی ہے۔اور اسے واضح طور پر بیان کیا یا ہے ۔

(قُلْ تَعالَوْا أَتْلُ ما حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ أَلاَّ تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ مِنْ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ إِيَّاهُمْ وَ لا تَقْرَبُوا الْفَواحِشَ ما ظَهَرَ مِنْها وَ ما بَطَنَ وَ لا تَقْتُلُوا النَّفْسَ الَّتِي حَرَّمَ اللَّهُ إِلاَّ بِالْحَقِّ ذلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُونَ (١٥١)وَ لا تَقْرَبُوا مالَ الْيَتِيمِ إِلاَّ بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّهُ وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْمِيزانَ بِالْقِسْطِ لا نُكَلِّفُ نَفْساً إِلاَّ وُسْعَها وَ إِذا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كانَ ذا قُرْبى وَ بِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا ذلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْتَذَكَّرُونَ (١٥٢)وَ أَنَّ هذا صِراطِي مُسْتَقِيماً فَاتَّبِعُوهُ وَ لا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيلِهِ ذلِكُمْ وَصَّاكُمْ بِهِ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ) (١٥٣) [1]

، دیجئے کہ آؤ م تمہیں بتائیں کہ تمہارے پروردگار نے کیا کیا حرام کیا ہے۔خبردار کسی کو اسکا شریک مت بنانا۔ ماں ، باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ رنا۔اپنی اولاد کو غربت کی بنیاد پر قتل نہ رنا کہ م تمہیں بھی رزق دے رہے ہیں اور انھیں بھی ۔ اور بدکاریوں کے قریب مت جانا وہ ظاہری وں یا چھپی وئی ۔اور کسی ایسے نفس کو کہ جسے خدا نے حرام ر دیاہے قتل نہ رنا ۔ مگر یہ کہ تمہارا کوئی حق و ۔یہ وہ باتیں ہیں جنکی خدا نے نصیحت کی ہے۔تاکہ تمہیں عقل آجائے (۱۵۱)

اور خبردار مال یتیم کے قریب بھی نہ جانا مگر اس طریقہ سے جو بہترین طریقہ و ۔یہاں تک کہ وہ توانائی کی عمر تک پہونچ جائیں ۔اور ناپ طول میں انصاف سے پورا پورا دینا۔ م کسی نفس کو اسکی وسعت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے ہیں ۔اور جب بات رو تو انصاف کے ساتھ چاہے اپنے ہی اقرباء کے خلاف کیوں نہ و اور عہد خدا کو پورا رو کہ اسکی پروردگارنے تمہیںو صیت کی ہے کہ شاید تم عبرت حاصل ر کو۔(۱۵۲)

----

(۱):- سورہ انعام ، آیۃ ۱۵۱،۱۵۲،۱۵۳

اور یہی ہ ارا سیدھا راستہ ہے اسکا اتباع رودو رے راستوں کے پیچھے ہ جاؤ کہ راہ خدا سے الگ و جاؤ گے ان کس پ-روردگار نے

ہدایت دی ہے کہ ان طرح شاید تقی و پرہیزگار . جاؤ (۱۵۳) [1]

ان تینوں آیتوں میں دس امور کو ذ ر کیا یا ہے اور ان کو (صراط مستقیم)کے ہ م سے یاد کیا ہے اور وہ امور ررہ ذیل ہیں ۔

(۱) خدا کا شریک قرار ہ دینا۔

(۲)ں ہ باپ کے ساتھ نیکی رنا (اچھا رتاؤ رنا)

(۳) فقر و تنگدستی کے خوف سے اپنی اولاد کو قتل رنے کی بدترین سنت کو ترک رنا۔

(۴) فواحش اور ہ افی فت اع ال سے دوری اختیار رنا چاہے اعلانیہ وں یا مخفی طور پر۔

(۵) کسی کو قتل ہ رنا ۔مگر یہ کہ مستحق قتل و۔

(۶) یتیم کے مال کے قریب ہ جانا مگر اس زمانے تک ج وہ شعور کی منزل تک پہونچ جائے۔

(۷) ہ اپ اور تول میں پورا تولنا (ڈنڈی ہ مارنا)اور عدل کے ساتھ۔

(۸) کلام رتے وقت عدل سے کام لینا۔

(۹) خدا وند عالم سے کئے گئے عہد و پیہ ان کو وفا رنا۔

(۱۰) مختلف راہوں کی طرف ہ جانا۔

اب م ان میں سے ہر ایک مورد کے بارے جداگانہ طور پر بحث ریں گے۔

----

(۱):- ترجمہ ،علامہ جوادی اب شراہ

شرک سے پاک رہنا اور اس سے دوری اختیار کرنا

بیان کئے گئے مقامات میں سے اہم ترین مقام شرک سے اجتناب کرنا ہے۔انبیاء اور اولیاء الٰہی کی دعوت کی بنیاد معاشرہ کو خدا کے شرک کی آلودگیوں اورکثافتوں سے پاک کرنا ہے ۔

ہر انسان کے اسلام کا کلی معیار شرک سے پاک ہونا اور خداوند عالم کی توحید کا اقرار کرنا ہے ۔چنانچہ پیغمبر اسلام صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں ۔

قُوْلُوْا لَا اِلٰہَ اِلَّا اللہ تُفْلِحُوْا

لا الہ الا اللہ کہو کامیاب ہو جاؤ گے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے معاشرہ کو شرک سے پاک کرنے اوراسے توحید کی جانب لیجانے کیلئے متعدد وسائل سے استفادہ کیا ہے ۔اور شرک کی تمام قسموں سے مقابلہ، مسلسل اور بغیر تھکے ہوئے مقابلہ کیا ہے ۔فتح مکہ کے دن تمام بتوں یہاں تک کہ انبیاء کی مورتیوں جیسے جناب ابراہیم یا دیگر انبیاء الٰہی کی مورتیوں کو بھی کہ جنکو خانہ کعبہ کی دیواروں پر نقش کررہا تھا سب کو ایک ساتھ زمین پر گرا دیا ۔اور سب کو توڑ ڈالا۔اسلام نے کسی ایک کو بھی بت پرستی کو ترک کئے اور جدا ہوئے بغیر قبول نہیں کیا ۔یہاں تک کہ جب انہوں نے مہلت طلب کی کہ کچھ دنوں کیلئے اپنے بتوں کو اپنے پاس رکھیں ۔

لیکن آپ نے لمحہ بھرکیلئے بھی اسے قبول نہیں کیا ۔چنانچہ وفد ثقیف کے واقعہ میں ۔(پانچ افراد اس گروہ کی جانب سے انکی نمائندگی میں پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے)بیان ہوا ہے کہ ان لوگوں نے یہ درخواست کی کہ تین سال تک عزی کو نہ توڑیں۔لیکن پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا ۔انہوں نے ایک سال کم کیا لیکن رسول خدا (ص)نے پھر بھی قبول نہیں کیا ۔پھر ایک سال اور کم کیا لیکن اسکو بھی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے قبول نہیں کیا ۔

یہاں تک کہ وہ ایک ہمینہ کیلئے آمادہ و گئے لیی پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ایک محہ کیلئے بھی اس موضوع کو تبول نہیں کیا ۔اگرچہ وہ ۰ ۔اہرا چاہتے تھے کہ ۱۰۰ کو ہ وار ریں۔لیی انہوں نے کوشش کی کہ جوانوں اور شورشیوں کو آمادہ ریں ۔لیی آخر کار آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے انکی کسی درخواست کو تبول نہیں کیا۔ پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم صرف ایک بات چہتے تھے کہ وہ کسی شخص کو بھیجیں اور ان بتوں کو منہدم ر دیں ۔(۱)

پیغمبر ارم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے [حتی ان تقریبات میں بھی شرکت سے پرہیز فرماتے تھے]کہ جو انکی شان و شوکت کیلئے برپا کی جاتی تھیں ۔یا ان میں شائبہ شرک پایا جاتا تھا،یا یہ شائبہ تھا کہ شرک تک پہونچ جائے تو اس سے روکتے تھے اور سختی سے اس کا مقابلہ رتے تھے ۔

ا میثم بحرانی نے صہیب سے نقل کیا ہے کہ جیسے ہی معاذ یمن سے پلٹے تو پیغمبر ارم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کیلئے سجدہ کیا۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : معاذ : یہ تم نے کیا کیا ہے ؟

انہوں نے جواب میں ہا : میں نے دیکھا کہ یہودی اپنے بزر وں اور علماء کیلئے سجدہ رتے ہیں اور زمین پر گر جاتے ہیں ۔اور میں نے ںاری کو بھی دیکھا ہے کہ وہ بھی قدسیّن اور بزر وں کیلئے سجدہ رتے ہیں ۔میں نے ان سے ہا کہ یہ کیسا عمل ہے ؟ انہوں نے جواب دیا : یہ پیغمبروں کا احترام ہے ۔

تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا :۔

(كَذَّبُوْا عَلىٰ اَ نْبِيَائِهِمْ) (۲)

وہ انبیاء اورپیغمبروں پر بہتان باندتے ہیں ۔

----

(۱):- سیرہ ا ھشام ،ج۴ ، ص ۱۸۲

(۲):- شرح نہج البلاغہ ،ج ۱، ص ۱۷۳

علامہ حلی (رضوان اللہ علیہ)نقل فرماتے ہیں : روایت کی گئی ہے کہ ایک بدو رب پیغمبر ﷺ کی خدمت میں بیٹھا ہوا تھا ۔وہ پیغمبر ﷺ کی باتوں سے خوش ہوا ۔اور اس خوشی کی حالت میں آنحضرت ﷺ سے اجازت چاہی کہ ان کے چہرے کو چومے۔آنحضرت ﷺ نے اجازت دے دی ۔اسنے پھر اجازت چاہی کہ پیغمبر ﷺ کے ہاتھوں کا بوسہ لے ۔ تو اس کی بھی اجازت دیدی ۔

اسکے بعد اسنے پیغمبر ﷺ سے اجازت چاہی کہ آنحضرت ﷺ کو سجدہ کرے۔تو آنحضرت ﷺ نے اس کو اس چیز کی اجازت نہیں دی ۔(1)

ایک شخص پیغمبر ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی :کیا آپ اس دعوت کی سچائی پر کوئی دلیل بھی رکھتے ہیں ؟ پیغمبر ﷺ نے فرمایا : بیشک؛تم اس درخت کے قریب جاؤ ۔اور کہو کہ رسول خدا ﷺ نے تم کو بلایا ہے ۔وہ گیا اور اسنے یہ کہا ۔درخت اس حکم کو بجا لانے کیلئے داہنے بائیں اور آگے کی جانب متمائل ہو کر اپنی جگہ سے الگ ہوا اور رسول خدا ﷺ کے سامنے جا کر کھڑا ہو گیا ۔اس شخص نے کہا ۔اب اس کو حکم دیں کہ یہ اپنی جگہ پر پلٹ جائے ۔ پیغمبر ﷺ نے حکم دیا تو درخت اپنی جگہ پر پلٹ گیا۔

اس شخص نے عرض کیا : اجازت دیں تاکہ میں آپ کیلئے سجدہ کروں۔پیغمبر ﷺ نے ارشاد فرمایا : اگر میں کسی کو حکم دیتا کہ کسی کیلئے سجدہ کرے تو عورت کو حکم دیتا کہ شوہر کیلئے سجدہ کرے ۔اسنے عرض کیا ۔پس آپ اجازت دیں کہ میں آپکے ہاتھوں کا بوسہ لوں۔ تو پیغمبر ﷺ نے اجازت دیدی ۔

----

(1):- تذکرۃ الفقھاء ،طبع قدیم، ج ۱، ص ۱۷۳

عظیم الشان محدّث مرحوم دیلمی کہتے ہیں کہ روایت کی گئی ہے کہ ایک نوجوان کہ جو حد بلوغ کو نہیں پہونچا تھا ۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو سلام کیا اور دیدار رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو عظیم جانا ۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا :اے جوان کیا مجھ کو دوست رکھتے ہو ؟اس نے عرض کیا ؛ بیشک: خدا کی قسم آپ پیغمبر خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہیں ۔

آپ نے فرمایا :کیا اپنی آنکھ کی طرح دوست رکھتے ہو؟ اسنے جواب دیا : اس سے بھی زیادہ ۔آپ نے فرمایا : اپنے باپ کی طرح چاہتے ہو ؟ اسنے جواب دیا : ان سے بھی زیادہ ۔ آپ نے فرمایا : کیا اپنی ماں کی مانند چاہتے ہو ؟ اسنے جواب میں کہا : ان سے بھی زیادہ ۔ آپ نے فرمایا: کیااتنا چاہتے ہو کہ جتنا تم اپنے آپ کو چاہتے ہو ؟ اسنے جواب دیا:یا رسول اللہ(ص)خدا کی قسم اس سے بھی زیادہ ۔پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے سوال کیا : کیا اپنے پروردگار کی مانند مجھکو دوست رکھتے ہو ؟ جوان نے جواب دیا : اللہ اللہ،یا رسول اللہ : یہ مرتبہ صرف آپ کیلئے ہے۔نہ کسی دوسرے کیلئے ۔میں آپ کو خدا کی محبت کے لئے دوست رکھتا ہوں ۔

پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ہوں کی جانب مخاطب ہوئے کہ جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بزم میں بیٹھے ہوئے تھے اور کہا :

(کَذَا کُوْنُوْا اَحِبُّوْا اللَ لِاِحْسَانِہِ اِلَیْکُمْ وَ اَنْعَامِہِ عَلَیْکُمْ وَ اَحِبُّوْنِیْ لِحُبِّ اللہ) [1]

اس طرح بنو ؛ خدا کو اس احسان ،انعام اور لطف کی بنیاد پر کہ جو اسنے تم پر کیا ہے دوست رکھو۔ اور مجھکو خداوند عالم کی دوستی کی خاطر دوست رکھو۔

حضرت امام جعفر صادق علیہ السلام سے روایت کی گئی ہے کہ قبیلہ کہ قبیلہ بنی فہد کے ایک شخص نے اپنے غلام کو مارا اور وہ غلام کہہ رہا تھا (میں خداوند تعالی کی پناہ چاہتا ہوں) لیکن اس مرد نے اس کو نہیں چھوڑا ۔اسنے کہا :(میں حضرت محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پناہ چاہتا ہوں)اس شخص نے اسکو چھوڑ دیا ۔اور مارنا بند کردیا ۔

----

(۱):- ارشاد القلوب ،ص ۲۶۶، طبع جدید ،ص ۱۶۱

پیغمبر(ص)نے فرمایا :غلام نے خدا کی پناہ مانگی تو تم نے اس کو پناہ نہ دی ۔اوراس نے محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے نام پر پناہ مانگی اور تونے اس کو پناہ دیدی ؟درحالانکہ خدا وند عالم محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کہیں زیادہ سزاوار ہے کہ پناہ چاہنے والوں کو پناہ دے ۔

اس مرد نے عرض کیا :میں نے اس غلام کو راہ خدا میں آزاد کردیا ۔پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے ارشاد فرمایا : قسم اس ذات کی کہ جس نے مجھکو عہدہ نبوت پر فائز کیا اگر تم اس کام کو نہ کرتے(یعنی اس کو آزاد نہ کرتے)تو پھر یقیناً تم جہنم کے نزدیک ہوتے جاتے ۔(1)

یہ اوراس جیسے دسیوں واقعات اس بات کی حکایت کرتے ہیں کہ بزرگان دین بالخصوص پیغمبر اکرم حضرت محمد مصطفی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مکمل اہتمام کیا تھا کہ خدا وند عالم کی عظمت و بزرگی محفوظ رہے ۔

اور ذرا سا بھی خدشہ نہ آنے پائے ۔لوگ کسی کو بھی خدا وند عالم کی ذات کے برابر نہ مانیں ۔اور کسی کا بھی اس پاک و پاکیزہ ذات سےموازنہ نہ کریں ۔کہ کوئی بھی چیز اور کوئی بھی ذات خدا وند عالم کی ذات سے قابل موازنہ نہیں ہے۔کوئی چاہے جتنی بھی عظمتوں کا مالک ہو وہ خدا وند عالم کی عظمت و بزرگی اور جلالت تک نہیں پہونچ سکتا۔ اسکے علاوہ تمام عظمتیں، بزرگی، خوبیاں اور تمام جلالتیں خدا وند عالم کی عظمت و جلالت کی طرف پلٹتی ہیں کہ وہ خالق ہے اور اسکے ما سوا سب مخلوق ہیں۔

یہی وہ مقام ہے کہ جہاں پر علماءاور معاشرہ کے بزرگوں اور دینی رہبروں کو ہوشیار رہنا چاہئے۔کہ شعراء و ذاکرین کو ہرگز اس بات کی اجازت نہ دیں کہ کسی کو اس کے مقام و رتبہ سے زیادہ بلند کریں اور وہ عظمت و جلالت کہ جو خدا وند عالم سے مخصوص ہے کسی اور کی جانب منسوب کریں۔اور خدا نخواستہ انکو خدائی کے مرحلہ تک پہونچا دیں۔

ابن اثیر، حسن ابن زید علوی کے طبرستان کے حالات میں لکھتے ہیں کہ:انہوں نےانیس (۱۹)سال ،آٹھ مہینہ، چھ (۲) دن حکومت کی ہے ۔

----

(1):- وسائل الشیعہ ،ب ۳۰ ،از ابواب کفارات ،ح ۲

اور بہت زیادہ صاح جود و بخشش تھے ۔اس طرح کہ ایک شخص نے انکی مدح و ثنا کی :توانہوں نے دس ہزار درھم ا سکو دیئے ۔اور وہ خدا کے لئے بہت ہی خاضع تھے۔

حکایت کی گئی ہے کہ ایک شا ر نےانکی شان میں اشعار کہے اور یہ جملہ بیان کیا (اللہ فرد و ا زید فرد)یٰ خداجود بخشش میں یگانہ ہے اور حسن ا زید بھی سخاوت میں یگانہ ہیں ۔

ا زید یہ جملہ سنتے ہی سخت بر م وئے اور ہا :اے جھوٹے ،خاموش و جا۔ یہ کیوں نہیں کہتا ہے کہ خدا یگانہ ہے اور حسن ا زید اسکا بندہ ہے ؟

پھر اپنی جگہ سے اٹھے اور خدا کیلئے سجدہ میں گر پڑے ۔اور اپنی پیشانی کو خاک پر ملا۔اور جود و سخی ونے کے باوجود شا ر کو محروم ر دیا او را کو کچھ بھی نہیں دیا ۔ (1)

علما ء و فضلاء اور معاشرہ کے حاکم و لیڈروں مداحوں کو اس مداں کے ذر سے جو غلو پر مشتمل و اور زرت امیر ا و نیز علیہ السلام اور تمام ائمہ علیہم السلام اور بزر وں کو خدا تک پہونچاتے ہیں ۔اور انکو او ّیت کے مرحلہ میں قرار دیتے ہیں رہیں ۔اور ب کیلئے توہین وسہل انگاری کا سبب نہ بنیں ۔

اور ا ی طرح شعراء کو اس رح کے اشعار پڑھنے سے روکیں۔ اور خدا وند عالم کی ظمت و بزرگی کو اپنے خواہشات کا اسیر نہ بنائیں ۔ اور یہ جان لیں کہ اس رح کے اشعار کہنے اور پڑھنے کا نق ان اسے نف اور فائدہ سے زیادہ ہے۔دشمنوں کا م ب شیعہ کے خلاف منھ ھل لہتا جاتا ہے ۔اور ان و وں کو مشرک قرار دیتے ہیں اور نتیجے میں مشکلات ھڑی ر دیتے ہیں ۔کہ جسکو کوئی بھی قوت اور اقت دور نہیں ر تی ہے۔ اور پھر کوئی بھی اقت وحکومت ا کو بلند نہیں ر تی ہے ۔

----

(1):- کامل ا ثیر ،ج ۷ ،ص ۴۰۸و۴۰۷

قابل‌رذ۔ بات یہ ہے کہ شرک دو طرح کا ہے ۔ایک شرک جلی اور دو را شرک نفی ۔ اور یہ جو کچھ بھی بیان کیا یا ہے یہ شرک جلی و آشکار سے تعلق ہے ۔

لیک شرک نفی ،ریاکاری ہے کہ جہاں بت اور بت کدہ کا پتہ نہیں ودیا ۔اور اسے رمایات میں صریحی طور پر شرک کے عنوان سے یاد کیا یا ہے ۔

نرت امام صادق سے روایت کی گئی ہے ۔رسول خدا صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے سوال کیا یا ؛ قیامت کے دن رہائی اور نجات کس چیز میں ہے ؟ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا : نجات اس میں ہے کہ خدا کے ساتھ دھوکا دھڑی نہ رو ۔ ہیں ایسا نہ وکہ خدا وند عالم بھی تمہارے ساتھ ایسے ہی پیش آئے ۔ اور تمہارے ایمان کو چھین لے ۔اوراگر اس طرح کے افراد سمجھ بوجھ ر ایسا رتے ہیں تو قیقت میں انہوں نے اپنے ہی ساتھ دھوکا کیا ہے ۔

رض کیا یا: کس طرح خدا کے ساتھ دھوکا رتے ہیں ۔؟آپ نے فرمایا :جس چیز کا خدا وند عالم نے حکم دیا ہے ا کو انجام دیتے ہیں ۔اور نیر خدا ا کو مد نر میں رتے ہیں ۔ اسے بعد فرمایا:

(فَاتَّقُوْ ا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوْا الريَا فَاِنَّهُ شِرْکٌ بِااللّٰهِ ان المرائی یدعی یوما القیا مه باربعة اسمائ یا کافر یافاجر یا غادر یا خاسر حبط عملک و بطل اجرک ولا خلاق لک الیوم فالتمس اجرک ممن کنت تعمل له) (۱)

پس تقوی الہی اختیار رو اور ریاکاری نہ رو ۔اس لیے کہ ریا خدا وند عالم کے ساتھ شرک قرار دیا ہے ۔ ریا کار انسان کو قیامت کے دن چار ناموں سے پکارا جائے گا ۔اے کافر،اے فاجر ،اے خیانت کا ر ،اے نقصان اٹھانے والے۔تمہارے اعمال ختم ردیئے گئے اور تمہارا اجر و ثواب ضائع ردیا یا ۔آج تمہارے لیئے کچھ بھی نہیں ہے ہذا اجر و ثواب کو ان سے طلب رو کہ جس کے لیئے تم نے اعمال انجام دیئے ہیں ۔

----

(۱):- امالی شیخ صدوق قدس رہ ، ص ۳۳۶

ماں باپ کے ساتھ احسان

دو را حکم اور عن ر کہ جو صراط مستقیم اور اس کے محقق ونے میں دخات ر ہتا ہے ماں ۔ باپ کے ساتھ نیکی رنا ہے ۔

توحید الہی اور نفی شرک کے موضوع کےبعد ماں ۔ باپ کے ساتھ نیکی رنے کے موضوع کو بیان رنے کا راز یہ ہے کہ خدا وند عالم کی ذات لایزال کے بعد انسان کے اوپر سب سے زیادہ ورن ابنی رنے والے ماں اور باپ ہیں ان کے علاوہ انسان کا خالق خدا ہے ماں ۔ باپ انسان کی خلقت کا ذریعہ ہیں ۔ وہ بھی انسان کی خلقت میں ایک طرح کی دخات رتے ہیں ۔ انسان اپنی خلقت اور اپنے وجود میں خدا وند تعال کی ذات کے بعد ماں اور باپ کا مقروض اور انکا مر ون نت ہے ۔

قرآن مجید میں تعدد مقامات پاں ۔ باپ کے ساتھ نیکی رنے کو خدا وند تعال کی بزرگی اور عبودیت کے ساتھ اور اس کے فورا بعد ذ ر کیا یا ہے ۔

(وَ إِذْ أَخَذْنا ميثاقَ بَني إِسْرائيلَ لا تَعْبُدُونَ إِلاَّ اللَّهَ وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً)......(٨٣) (١)

اس وقت کو یاد رو کہ جب م نے بنی ا رائیل سے عہد لیا کہ خبر دار خدا کے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ رنا ۔ ماں ۔ باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ رنا ۔

(وَ اعْبُدُوا اللَّهَ وَ لا تُشْرِكُوا بِهِ شَيْئاً وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْساناً) (٣٦) (٢)

اور خدا کو یاد رو اور کسی کو بھی اسکا شریک قرار نہ دو اور والدین کے ساتھ نیکی رو۔۔۔۔۔

----

(١):- سورہ بقرہ ،آیۃ ٨٣

(٢):- سورہ نساء ،آیۃ ٣٦

(وَ قَضى رَبُّكَ أَلاَّ تَعْبُدُوا إِلاَّ إِيَّاهُ وَ بِالْوالِدَيْنِ إِحْسانا) (٢٣) [١]

اورآپ کے پروردگار کا فیصلہ یہ ہے کہ تم سب اسکے علاوہ کسی اور کی عبادت نہ کرنا اور ماں باپ کے ساتھ اچھا برتاؤ کرنا ۔

(أَنِ اشْكُرْ لي وَ لِوالِدَيْك) (١۴) [٢]

میرا اور اپنے والدین کا شکریہ ادا کرو ۔

ان دو آیتوں میں واضح طور پر پروردگار کی عبادت کے بعد والدین کے ساتھ نیک برتاؤ کرنے کا حکم دیا گیا ہے ۔اور دوسری آیت میں ذات لا یزال نے اپنی شکر گذاری کے ساتھ ماں باپ کی شکر گذاری کا حکم دیا گیا ہے ۔

لیکن محل بحث آیت میں توحید اور نفی شرک کے بعد والدین کے ساتھ نیکی کوذکر کیا گیا ہے ۔اور یہ تمام چیزیں اس بات کو بیان کرتی ہیں کہ خدا وند عالم کے بعد کسی کا حق ماں باپ کے حق کے برابر نہیں ہے ۔

ہم خودبھی والدین کی اپنی اولادوں کی بنسبت بے انتہا رنج و مشقت کے شاہد ہیں۔انسان کی طبیعت بھی اس بات کاتقاضا کرتی ہے کہ ان تمام احسانات ،الطاف اورمہربانی کا بہترین بدلا دیا جائے ۔اور یہ عقل کے مسلم اصولوں میں سے ہے کہ منعم کا شکر ادا کرنا واجب و لازم ہوتا ہے ۔ اور طبیعی طور پر انسان اس طرح کا ہے کہ یہ اپنے آپ کو ان لوگوں کے مقابلہ میں کہ جن لوگوں نے اس پر احسان کیا ہے مقروض سمجھتا ہے ۔

----

(١):- سورہ اسراء ،آیۃ ٢٣

(٢):- سورہ لقمان ،آیۃ ١۴

لیے یہ ہ اری حات و کیفیت ان و وں کے مقابلہ میں ہےکہ جنہوں نے ہ ارے ساتھ کوئی چھوٹا سا احسان کیا ہے ۔یا ہ ۔اری کسی ارزو کو پورا کیا ہے ۔اسے بہتر طور پر محسوس رتے ہیں بالخصوص اگر م نے ان سے کسی چیز کا م البہ کیا اور انہ۔وں نے ا ۔کو پورا ر دیا و ۔ ثلا اگر کسی نے ہ اری تھوڑی ں بھی مدد ر دی۔یا کسی ادارہ سے ہ ارا کام را دیا و ۔ تو م اس احس۔ان اور نیکی کو ہمیشہ۔یاد رتے ہیں اور ا کوفراموش نہیں رتے ہیں۔ لیے ان و وں کے تعلق کہ جنہوں نےہ ارے ساتھ ۔یر مع۔ولی احسان کیا ہے ۔

۔یا کسی درخواست کے بغیر ایسے کاموں کو انجام دیا ہے کہ شاید ا کو م خود بخوبی نہیں ر تے ہیں ان افراد میں سے والدی ہ۔یں کیونکہ و الا: انکا سد ر۔ا اس قدر ا ظمت اور انکا احسان اسقدر ظیم ہے کہ جسکو ہ اری قل درک نہیں ر تی ۔۔انیا : اس سے پہلے کہ م کسی چیز کی ضرورت محسوس ریں اور مانگیں ۔انہوں نے ہ اری مدد کی ہے ۔

ایک ظیم دانشم۔ر کے بقول : کتنی ہی ایسی رد راتیں گ ر ئیں کہ ج ماں کا بدن کانپتا رہا ،دل رلز ۔تا رہا اور وہ جاگتی رہی۔۔اکہ ۔م سوتے رہیں اور کتنے ہی ایسے گرم دن گ ر گئےہیں کہ ج باپ زحمت اٹھتا رہا اور پسینہ بہاتا رہا۔۔اکہ م اپنا وقت ی۔ل ک۔ود میں گ اریں۔

شایاں ۔ باپ کے حق کی بنسبت ہ اری ا ں فلت و فراموشی کے سبب خدا وند عالم نے ان دونوں کے حق کے بارے میں اسقدر ۔۔اکید فرمائی ہے کہ ان کے ساتھ نیک ر۔۔اؤ کو اپنی عبادت و ب۔رگی کے پہلو میں قرار دیا ہے ۔

بیشک: ہر وہ شخص کہ جوخلاق دو عالم کو بزرگ جانے ۔ باپ کے حق کو ۔ یبزگ جانے گا ۔کیونکہ وہ انس۔ان کے وج۔و د م۔یں شریک ہیں اور اگر کوئی انکا احترام اور انے بل۔ر۔و بالا مقام کی رعایت ۔ رے گا ویا اسےخالق کائنات کے حق میں کو۔۔اہی کی ہے ۔

روایت کے م ابق شرک کے بعدسب سے ظیم ہناہ ۔ باپ کی بے احترامی رہناہے اور یہ ظیم ع اب کا سبب ہتا ہے ۔ چنانچہ خود ان دنیا اور عالم مادی میںاں ۔ باپ کی بے احترامی رنے کے بہت سے بد تر آثار مرتب وتے ہیں اور سعادت و خوشبختی کو انسان سے چھید لیتے ہیں۔

کبھی کبھی ایسا بھی وتا ہے کہ اس ہناہ کبیرہ کوانجام دینے اور والدین کی حرمت کو پامال رنے کی بنیاد پر انسان خوش اور خوش بختی سے محروم و اتا ہے ۔اور یہ بات بھی قابل تو ہے کہ ۔ باپ کے ساتھ احسان اور نیکی رنا خود انکی زندگی سے مخصوص نہیں ہے بلکہ ایک جامع اور باقی امر ہے کہ ہر زمانے میں انے ساتھ احسان اور نیکی رے ۔ لیے انکی موت کے بعد ان کے ساتھ نیکی رنے کا ایک مخصوص طریقہ ہے۔

[۱] ذ ر خیر اور ان کو اچھائیوں سے یاد رنا ۔

[۲] انکی قبر و ں کی زیارت رنا ۔

[۳] انے واجبات کو ادا رنا جو ان کے ذمہ باقی رہ گئے و ں۔

[۴] فقراء اور ضعفاء کو ان کی طرف سے خیرات دینا ۔

[۵] انکی بخشش اور طلب رحمت و مغفرت الہی کے لیے دعا رنا۔

[۶] ان کے زیزوں کا احترام رنا ۔

[۷] انے دوستوں کا احترام اور دوستوں کے فرزندوں اور ان کے ۔ باپ کا ان کی وفات کے بعد احترام رنا اور گ شتہ تعلقات کوختم نہ رنا۔

والدین کے حقوق کی ادائیگی فقط ان کی زندگی تک محدود نہیں ہے بلکہ ان کی موت کے بعد بھی یہ ہے۔ اس بات کا امکان پایا جاتا ہے کہ کوئی والدین کی زندگی میں ان کے تمام حقوق کو ادا کرے، انکا مکمل احترام کرے، تمام معاملات میں والدین کی رضا اور خوشنودی کو حاصل کرے۔ اور وہ بھی کامل رضا کے ساتھ اس سے جدا ہوں اور موت کی آغوش میں سو جائیں۔ لیکن دوسرے عالم میں یعنی عالم آخرت میں اسکا حال الٹا ہو جائے۔ اولاد ماں باپ ان سے ناراض ہو جائیں یا مشہور و معروف تعبیر کے مطابق عاق والدین ہو جائیں۔ اور یہ اس وقت ممکن ہے کہ جب اولاد ماں باپ کی موت کے ساتھ اپنے روحانی اور تعلق کو ان سے توڑ لے۔ اور ان کی یاد کو ذہن سے نکال دے۔ اور انکا حال بھول جائے۔ نہ انکی قبر کی زیارت کو جائے اور نہ انکی جانب سے کار خیر کرے۔ اور اس بات کی کوئی فکر ہو کہ اگر آخرت میں انہیں کوئی مشکل پیش آجائے تو عمل خیر اور دوسروں کے ساتھ نیکی کے ذریعہ یا انکے واجب حقوق کو ادا کرکے اور دوسرے جہان کے چین و سکون کو انکے لئے فراہم کرے۔

ایسے ہی رشتہ دار و رشتہ دار ماں باپ سے قطع تعلق کی طرح ہیں۔ اور جیسے موت کے ساتھ جسمانی اور فزیکی طور پر تعلق ٹوٹ جاتا ہے۔ اسی طرح ایسے رشتہ دار و رشتہ دار سے اپنے معنوی اور روحانی روابط کو بھی منقطع کر لیتا ہے اور اس صورت میں کوئی بعید نہیں ہے کہ اولاد ماں باپ کی بددعا کے مستحق قرار پائیں۔

اولاد کے قتل سے اجتناب

جاہل عرب یا ایک گروہ کے درمیان ایک بدترین اور دلخراش عادت یہ رائج تھی کہ اپنی بیٹیوں کو زندہ درگور کر دیا کرتے تھے۔ اور یہ انکی ہولناک اور وحشانی روایات تھیں کہ گزرتے زمانہ کے ساتھ اپنے اس بدترین اور وحشی عملکا بالکل بھی احساس نہیں کرتے تھے۔ اور انکے اس وحشی عمل کی دو وجہیں تھیں۔

[۱]جنگ و غارت گری کے وقت انکی بیٹیاں۔۔ جنگ کی اقت رھتی تھیں ع۔ حملہ کی قوت اور۔۔ جنگجو و غـارت گـر دشمـ کـے مقابل دفاع کی صلاحیت رھتی تھیں جسکی و۔ سے دشمـ کے ہتھے چڑھ جاتی تھیں جو کہ رب کیلئے ننگ و عار کا سبب تھـا ا ـس و۔ سے وہ بیٹیوں کو ختم اور۔اود رنے میں اپنی قوت و اقت لگاتے تھے۔

[۲] معاشی وال :نقر و تنگدستی بھی سبب وئی کہ وہ اپنی بیٹیوں کو شروع ہی سے قتل ر دیں۔یا زندہ در ور ـر دیـں ـیـ۔ بـر تریـ اور ا ا۔ روایت کی پیروی کی و۔ سے جـ کسی ورت کو درد زہ کا احلس وـا ،تو اپنے خیمہ سےدور صحرا۔یـا کسـی دو ـری جگہ چلی جاتی تھی اور اس گڑھے میں کہ جو انے لئے آمادہ کیا یاتھا نو موو د دنیا میں آـا تھا ۔

اور اگر موود بیٹا وـا تھا تو قبیلہ اور اطر اف کی ورتیں نوزاد اورا کی ماں کو شوق و ا ںگاور خوشی کـے سـاتھ مـردوں کےپـاس لاتیں تھیں اور اگر لڑکی وتی تھی تو ملۂو ن کے مرجھائے وئے چھرہ کے ساتھ سبھی بیٹھ جاتی تھـں اور بـے ـ۔ـاہ نـوزاد کـو ا ـس گڑھے میں دفـ رکے واپس آجاتی تھیں ۔

قرآن مجیر کم سے کم تیـ مقامات پر اولاد کے قتل ونے کے موضوع کو بیان رـا ہے ۔ اور اس سے جم رقابلہ کے لیـے ابھاـا ہے ایک مقام پر اس طرح ارشادفرمایـا ہے ۔

(وَ إِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ (٨)بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ) (٩) [۱]

اور جـ زندہ در ور لڑکیوں کے بارے میں سوال کیا جائیگا کہ انھیں کس ـ۔اہ میں مارا یا ہے ۔

اوردو رے مقام پر ارشـ وـا ہے ۔

(وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَكُمْ خَشْيَةَ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَ إِيَّاكُمْ إِنَّ قَتْلَهُمْ كانَ خِطْأً كَبيراً) [۲]

----

(۱):- سورہ تکویر ،آیۃ ۷،۸

(۲):- سورہ ا راء آیۃ ۳۱

اور خبر دار اپنی اولاد کو فاقہ کے خوف سے قتل نہ کرنا کہ ہم انہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ اور تمہیں بھی رزق دیتے ہیں۔ بیشک انکا قتل کردینا بہت بڑا گناہ ہے ۔

یہ بات قابل توجہ ہے کہ بظاہر یہ بد ترین عمل ایک خاص گروہ یا کچھ مخصوص گروہ کی عادت تھی ورنہ لڑکیوں کا فقدان قطع نسل کا سبب بنتا ۔کیونکہ توالد تناسل اور انسانی نسلکی افزائش لڑکیوں کے وجود کی مرہون منت ہے جس طرح سے مردوں اور لڑکیوں کے وجود سے بھی اسکا تعلق ہے۔

ممکن ہے کہ یہ کہا جائے کہ لڑکیوں کے ساتھ ایسا کرتے تھے اور کچھ کو بقائے نسل کیلئے باقی رکھتے تھے یا یہ کہ سب لوگ کلی طور پر ایسا کرتے تھے اور انکے درمیان قطعی اور اجتماعی حکم نہیں تھا قرآن مجید کی دو آیات سے اس نتیجہ کو اخذ کیا جا سکتا ہے اور وہ آیت یہ ہے۔

(وَ إِذا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ هُوَ كَظيمٌ) (٥٨)(يَتَوارى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ ما بُشِّرَ بِهِ أَ يُمْسِكُهُ عَلى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرابِ أَلا ساءَ ما يَحْكُمُونَ) (٥٩) [۱]

اور جب خود ان میں کسی کو لڑکی کی بشارت دی جاتی ہے تو اس کا چہرہ سیاہ پڑ جاتا ہے اور وہ خون کے گھونٹ پینے لگتا ہے قوم سے منھ چھپاتا ہے کہ بہت بری خبر سنائی گئی ہے ۔ اب اس کو ذلت سمیت زندہ رکھے یا خاک میں ملا دے یقیناً یہ لوگ بہت برا فیصلہ کر رہے ہیں۔

----

(۱):- سورہ نحل ،آیۃ ۵۸،۵۹

دو را قابل تو. نکتہ یہ ہے کہ اقتصادی و معاشی مشکلات اور فقر و تنگدستی کے عال سے ٹ ر کہ اس مےیں بیٹے اور بیٹی کے در یان کوئی فرق نہیں ہے ۔

کیونکہ دونوں خرچےزندگی کے ضرورت مند ہیں تو پھر کس دلیل کی بنیاد پر اپنی بیٹیوں کو قتل ر دیتے تھے؟جو چیز م تک پہنچی ہے وہ یہ ہے کہ وہ وگ کلی طور پر لڑکی کے وجود سے نفرترتے تھے۔اس و. ر سے ا کو قتل رنے اور زندہ در گور رنے مےیں لڑکیوں کو لڑکوں پر مقدم رتے اور ترجیح دیتے تھے ۔

مفسر بزرگ علامہ طبا طبائی رضوان اللہ علیہ سورہ ا راء کی آیت کے ضمن میں کہتے ہیں :

(ولا تقتلوا اولادکم خشية املاق جريان وادنبات)

وہ لڑکیوں کو زندہ در گور رنے کے واقعہ کو اولاد کے قتل رنے سے الگ جانتے ہیں اور فرماتےہیں:

لڑکیوں کو زندہ در گور رنے کی آیات خاص ہیں کہ جو اس موضوع سے مخصوص اورا کی حرمت کی تصریح رتی ہیں :

مثلا یہ آیت :

(وَ إِذَا الْمَوْؤُدَةُ سُئِلَتْ (٨)بِأَيِّ ذَنْبٍ قُتِلَتْ)(٩) [١]

اور یہ آیت (وَ إِذا بُشِّرَ أَحَدُهُمْ بِالْأُنْثى ظَلَّ وَجْهُهُ مُسْوَدًّا وَ هُوَ كَظيمٌ (٥٨)يَتَوارى مِنَ الْقَوْمِ مِنْ سُوءِ ما بُشِّرَ بِهِ أَ يُمْسِكُهُ عَلى هُونٍ أَمْ يَدُسُّهُ فِي التُّرابِ أَلا ساءَ ما يَحْكُمُونَ) (٥٩) [٢]

لیکن مورد بحث آیت اور اس کے مشابہ دو ری آیات اپنی اولاد کو فقر و تنگدستی کی و. ر سے قتل رنے کو منع رتی ہےیں ہمارے پاس اس کے علاوہ کوئی دلیل بھی نہیں ہے کہ ان آیات میں اولاد کو لڑکوں کے معنی میں لیا جائے ۔

----

(۱):- سورہ تکویر ،آیۃ ۸،۹

(۲):- سورہ نحل ،آیۃ ۵۸،۵۹

درحالانکہ اولاد لڑکا ،لڑکی دونوں کے لیے عام ہے اور یہ دو ری سنت لڑکیو ں کو زندہ در ور رنے کے علاوہ کہ جو ننگ وعار کی بنیاد پرہے او ر اولاد کو قتل رنے کی عادت اعم ہے کہ جو لڑکا اور لڑکی دونو ں کو فقر و فاقہ کی بنیاد پر قتل رنے سے ۔ کیا یا ہے ۔[1]

راغب نے مفردات میں ہا ہے کہ اولا د سے مراد لڑکا ،لڑکی دونوں وتے ہیں اس بیان کے م ابق یہ شبہ ختم وجاتا ہے کیونکہ فقر و تنگدستی کا خوف انکی ۔ بات کی جانب اشارہ ہے کہ اپنی اولاد کو چاہے وہ بیٹا ویا بیٹی قتل ریں اور اس مقام پر ان دونوں کے در یان کسی فرق کے قائل نہیں تھے ۔بیشک ان کی ایک بد تر سنت یہ تھی کہ وہ اپنی لڑکیوں کو ننگ و عار کی خاطر زندہ دفن ردیتے تھے کہ اگر ایسا نہ رتے تو جنگوں میں دشمن کے ہاتھوں گرفتار وجائیں گی ۔

دو راقابل بیان نکتہ یہ ہے فقرو تنگدستی کاخوف دو جگہ ظاہر وتا ہے ۔اور برے نتائج کاسبب بنتا ہے ،خدا وند عالم نے ان دونوں مقامات پر انسانیت کی حمایت کی ہے نی اسے حالات کی اصلاح کی ضمانت لی ہے اور ا کی روزی کا وعدہ کیا ہے ۔

ا : بسا اوقات جوان شادی اور انتخاب ہمسر کیلئے مضطر و پریشان وتے ہیں کہ کس طرح اپنے علاوہ اپنی بیوی کی ضرورت کو پورا رے گا ۔اور یہی اضطراب و ملاو ں اور شادی میں تاخیر کا سبب بنتا ہے۔خداوند عالم اسکے متعلق ارشاد فرماتا ہے۔

(وَ أَنْكِحُوا الْأَيامى‏ مِنْكُمْ وَ الصَّالِحِينَ مِنْ عِبادِكُمْ وَ إِمائِكُمْ إِنْ يَكُونُوا فُقَراءَ يُغْنِهِمُ اللَّهُ مِنْ فَضْلِهِ وَ اللَّهُ واسِعٌ عَليمٌ) (۳۲)[2]

اور اپنے غیر شادی شدہ آزاد افراد اور اپنے غلاموں اور کنیزوں میں سے با صلاحیت افراد کے نکاح کا اہتمام رو کہ اگر فقیر بھی ونگے تو خدا اپنے فضل و رم سے انہیں مالدار بنا دیگا ۔

----

(۱):- المیزان ،ج ۱۳ ،ص ۸۹

(۲):- سورہ نور ،آیۃ ۳۲

۲: صاحب اولاد و جانے کی صورت میں یہ پریشانی اس دور ملک ۔ باپ کیلئے تھی چنانچہ آج بھی یہ پریشانی بطور کلی ختم نہیں ہوئی ہے خصوصا جزیرۃ العرب میں کہ جہاں قحط سالی ،بارش کی کمی اور رزق کا کم ہونا انکو غمگین کئے ہوئے تھا ۔ اور کسی فرزند کا پیدا ہونا انکے لئے ذہنی پریشانی کا سبب تھا ۔خدا وند عالم اس پریشانی کو دور کرنے کیلئے ارشاد فرماتا ہے۔

(وَ لا تَقْتُلُوا أَوْلادَکُمْ مِنْ إِمْلاقٍ نَحْنُ نَرْزُقُکُمْ وَ إِيَّاهُمْ) (۱)

سعدی شیرازی کہتے ہیں ۔

یکی طفل دندان بر آوده بود

پدر سر به فکرت فرو برده بود

که من نان برگ از کجا آرمش

مروت نباشد که بگزارمش

چو بیچاره گفت این سخن نزد جفت

نگر تا زن او را چه مردانه گفت

مخور هول ابلیس تا جان دهد

هر آن کس که دندان دهد نان دهد

ایک بچے کے دانت نکل آئے تو باپ پریشان ہو گیا کہ اب اس کے کھانے وغیرہ کا انتظام کیسے کرے گا ۔اور یونہی چھوڑ دینا بھی مروت کے خلاف ہے ۔جب اس نے یہ بات اپنی بیوی سے کہی ۔تو اس عورت نے ایک مردانہ اور حکیمانہ جواب دیا :کہ جب تک یہ بچہ زندہ ہے تم شیطان کے ان وسوسوں کا خوف نہ کھاؤ کیونکہ جس نے اس بچہ کو دانت دئے ہیں وہی روزی بھی دیگا ۔

----

(۱):- سورہ انعام ،آیۃ ۱۵۱

۴: عفت کے منافی اعمال سے دوری

دو رانۃ کہ جو صراط مستقیم سے مربوط ہے وہ ہے فواحش سے اجتناب رہنا اور فت کے منافی اعال کو انجام نہ دینا ۔آیت کی تعبیر یہ ہے کہ :

(وَ لا تَقْرَبُوا الْفَواحِشَ ما ظَهَرَ مِنْها وَ ما بَطَنَ) (۱۵۱) [1]

اور بدکاریوں کے قریب مت لہذا وہ ظاہری وں یا چھپي وئی ۔

اسلام نے جن کاموں کی انجام دہی سے روکا ہے ان کا صرف انجام نہ دینا کافی نہیں ہے ۔بلکہ ان کے قریب جانے کی مت اور أنعت بھی کی گئی ہے ہذا اسکے قریب جانے سے بھی اجتناب ونا چاہئے ۔

بیشک اس طرح کے کاموں کے قریب ونا خرناک بھی ہے ۔کیونکہ جس وقت انسان ان سے نزدیک وتا ہے تو دھیرے دھیرے عمل کی جانب قدم بڑھاتا ہے اورنہ چاہتے وئے بھی انکو انجام دیتا ہے ۔

کسی بھی کام سے قریب ونا اس کام میں ملوث ونے کا مقدمہ وتا ہے ۔اگرچہ اس میں ملوث ونے کا ارادہ نہ رکھتا و ۔بہر حال اس بات کا خطرہ اور خوف پایا جاتا ہے۔کہ انسان اس میں ملوث و جائے ۔اس لئے اسلام تمام فواحش اور برے کاموں سے چاہے وہ ظاہری وں یا مخفی ۔ منع کرتا ہے اور اس کی دو طرح سے توجیہ کی جاتی ہے ۔

ا: ان اعال کو نہ صرف دوسروں کی آنکھوں کے سامنے انجام دیا جائے بلکہ تنہائی میں بھی ان سے اجتناب کیا جائے۔اور کوئی یہ تصور بھی نہ کرے کہ فواحش اور برائیوں کو کھلے عام انجام نہیں دینا چاہئے ۔کیونکہ عمومی فت داغدار و جائے گی ۔لہذا مخفیانہ طور پر کوئی مشکل نہیں ہے۔

----

(۱):- سورہ انعام،آیۃ۱۵۱

جیسا کہ تفسیر مجمع البیان میں ہا یا ہے کہ ر جاہلیت کے وگ مخفیانہ زنا کو برا تصور نہیں کیا رتے تھے۔ اور تنہا کھلے لم زنا سے رتے تھے ہ ا خدا وند عالم نے ان کو ہر حال میں زنا سے فرمایا۔

اس بنا پر ویا آیت یہ ہنا چاہتی ہے ظاہرا برے اعمال سے پرہیز آسان ہے اور انکی خود اپنی ایک جگہ ہے۔ حتی ان اعمال کو مخفیانہ انجام دینے سے بھی پرہیز رو۔

۲: برے اور غلط کاموں سے اجتناب کا مطلب یہ ہے کہ جو انسان کے بدن کے اعضاء و جوارح سے انجام پاتا ہے کہ یہ ہر حال میں ظاہری تم ہے۔ چاہے ا کو مخفی طور پر ہی کیوں نہ انجام دیا جائے۔ اور وہ برا عمل کہ جو انسان کے دل و دماغ میں ابھرتا ہے۔ ویا فرمایا ہے کہ اپنے اعضاء و جوارح کے ذریعہ برے اور فت کے منافی اعمال سے اجتناب رو۔ اس طرح سے کہ تمہارے ذہن و فکر میں بھی اسکا تصور نہ آنے پائے۔ اور تمہارے باطن میں بھی منافی فت عمل نہ آئے۔

بیشک قلبی تصورات اور ناہ کی فکر اور سوچ بھی ناہ کیلئے راہ ہموار رتا ہے۔ اور بالخصوص ا کی تکرار اور ہمیشہ سوچنے میں ایک ظیم ررہ پایا جاتا ہے۔ جو دھیرے دھیرے انسان کیلئے نافرمانی کی راہ کو ھول دیتا ہے ا کو ناہ کے انجام دینے پر ابھارتا ہے۔ اور خانئہ دل کو سیاہ وتاریک بنا دیتا ہے۔

اس بنیاد پر آدمی کے تصورات و خیالات اسکے دل پر بھی اثر انداز وتے ہیں اور یہ اسکے دل اور قساوت قلب میں یا ا کی نرمی اور آسانی میں واضح اور ناقابل انکار اثر رتا ہے۔

قرآن ریم کے اں جملہ کی جانب اشارہ رتے وئے زرت علی ا۔ الحسین ؑ دعائے ابو ہمزہ ثمالی کے آخر میں :بچپن عارف۔ر اور پر دو مناجات میں فرماتے ہیں۔

اللھم انی اعوذبک من الکسل والفشل----والفواحش ما ظھر منھا وما بطن -----

پروردگار میں تیری بارگاہ میں سستی و کاہلی سے پناہ چاہتا ہوں اور فواحش و برے اعمال سے وہ ظاہر ہوں یا چھپے وئے۔

یاد رہے اگرچہ قرآن ریم میں فاحشہ اور فواحش کو عام طور سے بد ترین گناہوں مثلا جملہ زنا ، لواط یا پاکدامن ورتوں کی جانب بری نسبت دینے وغیرہ میں استعمال کیا یا ہے ۔

لیکن یہ نہیں بھولنا چاہئے کہ ایسے اعمال ہیں جن میں ان گناہوں کی تھوڑی بہت برائیاں پائی جاتی ہے ۔اور کبھی کبھی ان اعمال یا اعمال کیلئے مقدمہ بن جاتے ہیں جیسے :

نامحرم کے ساتھ خلوت :

اس میں کوئی شک نہیں ہے کہ ایک مرد اور ورت یا ایک لڑکے یا لڑکی کا خلوت مثلا کسی بند رہ میں ونا ،بدکاری اور خلاف فت اعمال کے لیے ایک راستہ ونا ہے اس اعتبار سے اسلام میں اس کو حرام قرار دیا یا ہے ۔

۲:لڑکے اور لڑکیوں کی دوستی:

اگرلڑکے کی کوئی لڑکی دوست و یا لڑکی کا کوئی لڑکا دوست و ،تو یہ آودگی انکی بدکاری وفساد میں پڑنے کا مقدمہ اور سبب ہے کبھی کبھی یہ ہا جاتا ہے کہ ان کے در یان اچھے اور دوستانہ روابط ہیں یہ اتہام ۔ انہیں دھوکا ہیں بلکہ شیطان نے ان کے سامنے گناہوں کو مزین رکے پیش کیا ہے ۔

اس کی حقیقت یہ ہے کہ ایک کہ کے دورخ ہیں اس کا ایک رخ دوستی ،تفریح اور ایک ساتھ باتیں کرنا ہے اور اس کا دوسرا رخ زنا،فواحش ،اخلاقی فساد اور ان کے ساتھ ساتھ قتل ،خود کشی اور حدو تعزیر ہے۔خدا کرے تمام مسلمان خصوصا ایرانی مسلمان جوان اس بحث کا مطالعہ کرتے وقت خود کو وسوسوں سے دور رکھ کر منصفانہ مطالعہ کریں اور محکم ارادہ کریں ۔

افسوس کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ بہت سے بے غیرت باپ یا پاک مائیں بھی اپنے بیٹوں اور بیٹیوں کے اخلاقی فساد اور نامشروع تعلقات کے بارے میں جانتے ہیں اور کسی بھی طرح کا خطرہ محسوس نہیں کرتے ہیں۔

۳ : نامحرم کو دیکھنا :

یہ خودبدکاری کے زمینہ کو فراہم کرتا ہے اور دھیرے دھیرے اتنا آگے تک لے جاتا ہے کہ وہ اپنا دامن گناہ کبیرہ سے آلودہ کر لیتا ہے ۔

ایک عرب شاعر کہتا ہے کہ

نظرة فابتسانة وسلام

فكلام فموعد فلقاء

ابتدا میں ایک نگاہ اس کے بعد مسکراہٹ اور مسکراہٹ کے بعد سلام، اس کے بعد گفتگو، پھر وعدہ اور آخر میں ملاقات اور پھر خلاف عفت اور مخالف تقوی عمل کو انجام دینا ۔اور اس کی حقیقت وہی ہے کہ جو فارسی زبان شاعر نے کہا ہے ۔

برِ پنبہ آتش نباید فروخت

کہ تا چشم بر ہم زنی خانہ سوخت

روئی پر آگ نہ ڈالو کہ ایک لمحہ میں گھر کو جلا کر خاک کر دے گی ۔

۴: لڑکے اور لڑکیوں کے لئے بعض کپڑوں کا پہننا :

خود انسان یا طرف مقابل کے لئے ایسے مساعد حالات فراہم کرتا ہے جو فساد اور گناہ کا سبب بنتے ہیں ۔وہ لباس جس سے ان کے بدن کے خد وخال ظاہر ہوتے ہیں بغیر کسی شک و شبہ کے جو انوں اور جنس مخالف میں برا اثر چھوڑتا ہے ۔تنگ اور چھوٹے لباس افکار شیطانی کے ایجاد کرنے کے لئے موثر ہوتے ہیں۔ بلکہ ظاہر و آشکار اور صریح و قطعی اثر رکھتے ہیں ۔ کبھی کبھی ان میں سے کسی ایک نظر کو دیکھنے سے لڑکی کو بد ترین عمل کی طرف کھینچتا ہے یا لڑکے کو شرارت اور ناپاکی و بے عفتی کے کام کے لئے آمادہ کرتا ہے ۔

بار ہا: آخر کیا ہو جائے گا کہ اگر لوگ اس طرح ہو جائیں کہ ضروری ،بدیہی اور مسلم امور کا انکار کریں اور فساد و بدی اور بے عفتی ، ناپاکی کی توجیہ کرنے والے بنیں؟

۵: جسمانی اتصال مشابہ ہاتھ ملانا :

اس بنیاد پر اسلامی شریعت میں یہ حکم بیان کیا گیا ہے کہ جب بچے چھ سال کے ہو جائیں تو ان کے بستر الگ کر دئے جائیں ۔یہ ایک درس ہے جو قوم کو ایک راز سکھاتا ہے ۔یہ احکام بتاتے ہیں کہ ان کے جسموں کا ملنا موثر ہے ۔

مقصد ہے کہ یہ باطل خیالات اور شیطانی اوہام کو ان کے اندر بیدار کرے اور ان کی فساد اور ناپاکی کا سبب بنے ۔جبکہ یہ اس صورت میں ہے کہ جب بچوں کے درمیان جسموں کا ملاپ بہن اور بھائی کے درمیان انجام پاتا ہے۔

اس اجمال کی تفصیل تک آپ خود پہونچ تے ہیں ۔

آدم کشی سے اجتناب

د وت اھی کے امو ر میں سے پا نچواں امر آدم کشی اور محترم نفوس کو قتل رنے سےاجتناب رہنا ہے ۔خدا وند ع الم نے انساؤں کی جان کو محترم شما ر کیا ہے اور ان کے لئے نیز معنوی ظمت کا قائل ہے اسلام کی نظر میں کسی بھی چیز کا احترا م ۔و و ں کے خون کے برا بر نہیں ہے ۔اور کو ئی بھی گناہ کسی انسا ن کے قتل سے بڑھ ر نہیں و ہوتا ہے ۔اس اعتبا ر سے ہر انسان کو دو روں کی جان کا محا فظ و ہونا چا ہئے اور یہ بات خود اپنے آپ کو سمجھا ئے کہ جس طرح م اپنی جان کو عزیز ر تے ہیں اور اس کی فا ظت کی کو شش ر تے ہیں۔تو دو روں کی جان کو بھی اپنی جان کی طرح عزیز رھیں ۔ہما م کو ان کی حفا ظت و نگہداشت کا بھی اہتمام رہنا چا ہئے کہ خدا وند عا لم نے ان کو بہت زیادہ محترم شما ر کیا ہے ۔

قرآن مجید کی آیت میں اسے :حرم اللہ :کے عنوان سے پیش کیا یا ہے ۔در حا لیکہ اس کو :حرم الاسلام نیز :حرم اللہ فی الاسلام :کےنا م سےیاد رہنا چا ہئے تھا۔شاید اس تعبیر کا را ز یہ و کہ :خو ن انسا ن کی حر مت فقط شریعت اسلام میں منحصر نہیں ہے بلکہ تما م ادیا ن میں اس اعتبا ر سے کہ و و ں کے خو ن کی فا ظت رہنا چا ہئے اور کو ئی خدشہ مسلما نو ں کی جا ن میں ایجاد نہ رے : تفق ہیں اور تما م انبیا ء پیغمبرا ن اھی اور تما م آسما نی کتا ب اور شریعتیں اس اعتبا ر سے تفق ہیں ۔

قر آن ریم میں موضوع قتل بہت ہی شدت کےساتھ بیان کیا یا ہے اور ا کی تعبیرات کس سختی اور ظمت میں دو رے گنا وں کی بنسبت واضح اور آشکار ہے ۔جیسا کہ ارشاد وتا ہے ،

(وَ مَنْ يَقْتُلْ مُؤْمِناً مُتَعَمِّداً فَجَزاؤُهُ جَهَنَّمُ خالِداً فيها وَ غَضِبَ اللَّهُ عَلَيْهِ وَ لَعَنَهُ وَ أَعَدَّ لَهُ عَذاباً عَظيماً) (٩٣) [۱]

----

(۱):- سورہ نساء ،آیۃ ۹۳

اورجو بھی کسی مومن کو قتل کرے گا اس کی جزا جہنم ہے ۔اور اس میں ہمیشہ رہنا ہے اور اس پر خدا کا غضب ہے اور خدا لعنت بھی کرتا ہے اور اس نے اسکے لئے عذاب عظیم بھی مہیا کر رکھا ہے ۔اس آیۂ کریمہ میں قاتل کیلئے پانچ انجام بتائے گئے ہیں ۔

۱: اس کی سزا دوزخ ہے ۔

۲: ہمیشہ دوزخ میں رہے گا ۔

۳: خدا اس پر غضب کریگا ۔

۴: اس پر خدا کی لعنت ہے ۔

۵: خداوند عالم نے اسکے لئے عذاب عظیم مہیا کر رکھا ہے ۔

اور یہ بھی فرماتا ہے ۔

(مِنْ أَجْلِ ذلِكَ كَتَبْنا عَلى‏ بَني‏ إِسْرائيلَ أَنَّهُ مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ أَوْ فَسادٍ فِي الْأَرْضِ فَكَأَنَّما قَتَلَ النَّاسَ جَميعاً وَ مَنْ أَحْياها فَكَأَنَّما أَحْيَا النَّاسَ جَميعا) (۳۲) [۱]

اس بنیاد پر ہم نے بنی اسرائیل پر لکھ دیا کہ جو شخص کسی نفس کو کسی نفس کے بدلے یا روئے زمین میں فساد کے علاوہ قتل کر ڈالے گا ۔اس نے گویا سارے انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے ایک نفس کو زندگی دیدی اس نے گویا سارے انسانوں کو زندگی دیدی۔

اس آیۂ کریمہ میں ایک انسان کو قتل کرنا تمام انسانیت کو قتل کرنے کے برابر قرار دیا گیا ہے اور ایک انسان کو نجات دینا تمام انسانوں کو نجات دینے کے برابر ہے۔

----

(۱):- سورہ مائدہ،آیۃ ۳۲

محل بحث آئیہ کریمہ دو حصوں پر مشتمل ہیں ۔ جملہ مستثنیٰ اور جملہ مستثنیٰ منہ ۔اور جو کچھ کہا گیا ہے وہ مستثنیٰ منہ کے مورد میں ہے ۔لیکن مستثنیٰ یعنی مخصوص مواردمیں قتل کا جائز ہونا محل بحث آیت میں بطور کلی ذکر کیا گیا ہے کیونکہ ارشاد ہوتا ہے الا بالحق:اور اسکا فائدہ یہ ہے کہ ان موارد میں افراد کا قتل کرنا حق ہے ۔اس طرح کہ اسمیں کوئی گناہ نہیں ہے۔ اور یہ موارد تین عناوین میں خلاصہ ہوتے ہیں ۔

ما: باب قصاص:

اگر کسی نے دوسرے کے قتل کا اقدام کیا لیکن مقتول یہ حق رکھتا ہے کہ قاتل کو اس کے جرم میں کہ جسکا وہ مرتکب ہوا ہے ۔اور محترم جان کو مار ڈالا ہے ۔قتل کر دیا جائے ۔البتہ خودیہ کام معاشرہ سے قتل کو ختم کرنے اور نفسوں کی حفاظت کیلئے ایک وسیلہ ہے ۔ اور یہ حکم صراحت کے ساتھ قرآن مجید میں آیا ہے ۔اس طرح سے کہ جو قابل تحریف و تاویل نہیں ہے ۔

ایک مصری دانشمند فرید وجدی کہتا ہے کہ : اکثر یورپی قوانین قاتل پر قتل کا حکم لگاتی ہیں کہ اسکو قتل کر دیا جائے ۔لیکن ایک نیا نظریہ وجود میں آیا ہے جو یہ کہتا ہے کہ قاتل کو قتل نہیں کرنا چاہئے ۔بلکہ تعزیر و تنبیہ ہی اسے لئے کافی ہے ۔ ممالک جیسے سوئزر اوراٹلی نے اس نظریہ کو قبول کیا ہے ۔ قاتل کو ان ممالک کی شریعتوں اور قوانین کے تحت قتل نہیں کیا جاتا ہے بلکہ انفرادی زندان میں قید کر دیا جاتا ہے ۔کہ جہاں کوئی آواز اسکے کانوں تک نہ پہونچے اور اسکو چند سال تک اسی طرح چھوڑ دیتے ہیں۔ اسکے بعد اسکو عمومی زندان کی طرف منتقل کر دیا جاتا ہے ۔اور اس سے سخت سے سخت کام لئے جاتے ہیں یہاں تک کہ وہ مر جائے۔

ان اسلامی قوانین کےاحکام کی حکمت (کہ جو کہ قتل کی سزا ہے۔ یوروپی ممالک میں ایک دوسری صورت میں لاگو ہوتی ہے) سے موازنہ کرنے سے حاصل کی جاتی ہے۔کیونکہ اس طرح کی زندگی کا کیا فائدہ ہے ۔؟ اسے علاوہ قتل کے ذریعہ قصاص ،خود اس عمل کی قسم میں سے ہے ۔تیر کے برخلاف کہ یہ ایک سزا کی الگ قسم ہے اور اسکا قتل سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔جرم اور اسکی سزا کے درمیان کا تناسب۔ بات کا تقاضہ کرتا ہے کہ ولی قاتل کو قتل کرے ۔اوروہ روک تھام کہ جو قتل کے قصاص میں ہے حبس اور اس کے مثل دوسری سزاؤں میں نہیں ہے ۔

۲.: باب حدود:۔

زنا کے بعض اقسام میں صرف قتل کا حکم،یا پھرخاص اندازمیں مار ڈالنے کا حکم دیا گیا ہے ۔

الف: اپنے نسبی محرم کے ساتھ زنا کرنا ۔

ب: کافر ،مسلمان عورت کے ساتھ زنا کرے ۔

ج: وہ مرد کہ جو کسی عورت کو زنا پر مجبور کرے ۔

د:شادی شدہ مرد،یا عورت لذت جنسی کے امکان کے باوجود زنا کریں ۔

جیسا کہ لواط کی حد میں بھی یہ کے طرفین کی بنسبت اپنے خاص شرائط کے ساتھ قتل کا حکم ہے ۔البتہ دوسرے موارد بھی ہیں کہ جو مفصل کتابوں میں بیان ہوئے ہیں ۔(۱)

----

(۱):- ہم نے اس کو اپنی کتاب الدر المنضود فی احکام الحدود[جو تین جلدوں میں لکھی گئی ہے] مفصل طور پر بیان کیا ہے

۳۰:باب ارتداد:

مسلمان کا اسلام سے پھر جانا ۔اور توحید اور اسلام کے بعدراہ کفر وشرک کو اختیار کرنا وہ بھی خاص شرائط کے ساتھ اس کا یقینی اثبات قتل کا سبب ہوتا ہے ۔ اور اسکے تمام احکام و شرائط فقہ کی تفصیلی کتابوں میں بیان ہوئے ہیں کہ خواہشمند حضرات ان کی جانب رجوع کرتے ہیں ۔[1]

لیکن اس مقام پر اس نکتہ کی جانب توجہ کرنا ضروری ہے کہ قتل کا حکم ابتدائی مورد میں یعنی باب قصاص میں مقتول کے ولی سے مربوط ہے اور اسکے اختیار میں ہے کہ قاتل سے قصاص لے یا اسے معاف کردے ۔

لیکن دوسرے اور تیسرے مورد میں یہ حکم خود حاکم شرع سے مربوط ہے کہ پہلے جرم واضح ہو جائے اور اسکے بعد قتل کا حکم اور اس کی مانند حاکم اور قاضی کی قضاوت سے وابستہ ہوتا ہے ۔

اس بحث کے اختتام میں مسلمان جوانوں : لڑکے اور لڑکیوں کو خیر خواہی کے ساتھ یہ وصیت کرتے ہیں کہ اپنے نفوس کی حفاظت کریں ،تاکہ ان تینوں ہلاکتوں میں گرفتار نہ ہو جائیں ۔اور بے گناہ انسان کے خون کے بہنے کا سبب نہ بنیں ۔قتل کی حد کے مستحق نہ بنیں ۔اور کسی ایسے گناہ سے اپنے دامن کو داغدار نہ کریں کہ خدا نہ خواستہ دین الٰہی سے بدبین ہو کر کافر ہو جائیں کہ نتیجہ میں ارتدای قتل کے مستحق قرار پائیں ۔

۶ :یتیم کے مال کی رعایت کرنا

آئیہ کریمہ میں چھٹا امر یتیموں {یعنی وہ بچے جنکے باپ اور سرپرست نہ ہوں } کے مال کی رعایت کرنا ہے ۔اس مقام کو بھی اس امر کو قرب {لاتقربوا } کے ذریعہ بیان کیا ہے۔یہاں تک کے یتیم کے مال سے قریب تک ہونے کو منع کیا گیا ہے اس لئے کہ اس سے نزدیک ہونا خطرہ میں پڑنا ہے ۔

----

(۱):- رک بہ منہاج افکار ، مولوا کی کتاب

یہ بات واضح ہے کہ تمام لوگوں کے مال کو محترم شمار کرنا اور اس کو ضائع کرنے اور بغیر اجازت کے خرچ کرنے سے اجتناب کرنا ضروری ہے ۔لیکن یتیم کے مال کا خاص طور سے ذکر کرنا اس اہمیت کی وجہ سے ہے کہ جو یتیم کے متعلق ہے اور اس کی علت یہ ہے کہ وہ بچپنے اور کمسنی کی وجہ سے عدم ورود اور خود اپنے لئے اپنا دفاع ممکن نہیں ہے ۔ اور وہ اپنے مال و دولت کے متعلق بہتر تدبیر اور اس کی حفاظت نہیں کر سکتا ہے ۔اس بنیاد پر مخصوص توجہ اور خاص شفارش کی گئی ہے ۔اور حکیم علی الاطلاق خدا وند عالم نے اس آیت میں یتیم کے مال کو خاص طور پر موضوع بحث بنایا ہے ۔اور اسے مال میں تصرف سے بھی منع کیا گیا ہے۔

حقیقت میں کس قدر عظیم گناہ ہے کہ انسان اس شخص کے مال کو ہاتھ لگائے کہ جو کہ اپنی اور اپنے مال کے دفاع کی قدرت نہیں رکھتا ۔اور یہ کھلا اور واضح ضعیف پر ظلم کا مصداق ہوتا ہے ۔

اور یہ یاد رکھنا چاہئے کہ یہ جملہ مبارک اور قرآن مجید کا محل بحث فقرہ ان لفظ اور خاص عبارت کے ساتھ قرآن میں دو مقام پر ذکر کیا گیا ہے۔

سورہ انعام کی وہ آیت کہ جو ہماری موضوع بحث ہے ۔

اور دوسری آیت سورہ اسراء یا بنی اسرائیل کی ۳۴ ویں میں فرماتا ہے ۔

(وَ لا تَقْرَبُوا مالَ الْيَتيمِ إِلاَّ بِالَّتي هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّه) (۱)

اور یہ آیت اس موضوع کی اہمیت کو بیان کرتی ہے ۔قابل توجہ بات یہ ہے کہ سورہ انعام میں اس موضوع کو صراط مستقیم کے عناصر اور احکام کے عنوان سے ذکر کیا گیا ہے ۔اور سورہ اسراء میں اس دلیل کے ساتھ کہ یہ حکمت الہی کے حکم کا جز ہے بیان کیا گیا ہے ۔جیسا کہ مندرجہ ذیل آیت میں ارشاد ہوتا ہے کہ

----

(۱):- سورہ انعام ،آیۃ ۱۵۲

(ذلِكَ مِمَّا أَوْحى إِلَيْكَ رَبُّكَ مِنَ الْحِكْمَة)[1]

یہ وہ حکمت ہے جس کی وحی تمہارے پروردگار نے تمہاری طرف کی ہے۔

حاکم اور یتیم بچہ اور آیات قرآنی کی تاثیر

ایک انسان دنیا سے چل بسا اور کچھ یتیم بچوں کو چھوڑ گیا اور ایک بااثر انسان شخص کو اپنا وصی اور اپنے چھوٹے بچوں کا محافظ قرار دیا۔اس زمانے کے ظالم اور جابر حاکم نے ایک شخص کو وصی کے پاس بھیجا اور کہا کہ میں نے سنا ہے کہ فلاں شخص مر گیا ہے اور اتنی مقدار نقد چھوڑ گیا ہے اس میں سے اتنی مقدار مجھ کو قرض دو ۔وصی نے دو تھیلی بنائے اس یتیم بچے کے دامن میں رکھے اور اس کو حاکم کے پاس بھیج دیا ۔

اور حاکم کو ایک خط لکھا کہ پیسہ اس بچے کا ہے ۔خود اس سے لے لو اور قیامت کے دن خود اس کو پلٹانا اور اس کا مجھ سے کوئی تعلق نہیں ہے ۔حاکم نے جیسے ہی یہ خط پڑھا تو آئیہ شریفہ کا مضمون اس کی نظروں میں ہو گیا کہ جس میں خدا ارشاد فرماتا ہے ۔

(انَّ الَّذينَ يَأْكُلُونَ أَمْوالَ الْيَتامى ظُلْماً إِنَّما يَأْكُلُونَ في بُطُونِهِمْ ناراً وَ سَيَصْلَوْنَ سَعيراً) (۱۰)[2]

جو لوگ ظالمانہ انداز سے یتیموں کا مال کھا جاتے ہیں وہ درحقیقت اپنے پیٹ میں آگ بھر رہے ہیں اور عنقریب واصل جہنم ہوں گے ۔

----

(۱):- سورہ اسراء، آیۃ ۳۹

(۲):- سورہ نساء، آیۃ ۱۰

حاکم خدا وند عالم کے عذاب سے خوفزدہ ہوا اور گریہ کرنے لگا اور بچے سے پوچھا:کیا تم مکتب جاتے ہو؟ بچے نے جواب دیا :ہاں۔پوچھا کیا پڑھتے ہو ؟اس نے جواب دیا :قرآن ۔

اس نے پوچھا ۔کیا قرآن حفظ کرتے ہو ؟اس نے جواب دیا :ہاں

اس نے کہا پڑھو ۔دیکھوں کس طرح حفظ کیا ہے ؟بچے نے یہ آیت پڑھنا شروع کیا ۔

(اعوذ باللہ من الشیطان الرجیم ، وَ لا تَقْرَبُوا مالَ الْيَتيمِ إِلاَّ بِالَّتي‏ هِيَ أَحْسَنُ حَتَّى يَبْلُغَ أَشُدَّه)

حاکم نے دوبارہ گریہ کیا اور کہا :میں خدا وند عالم کے حکم کے خلاف کوئی کام نہیں کروں گا ۔اور پھر یتیموں کو ہاتھ نہیں لگایا ۔بلکہ ایک خلعت بچے کو اپنی طرف سے دیا اور ایک خلعت وصی کے لئے بھی دے کر اس کو واپس کر دیا ۔(1)

سات سالہ یتیم بچہ اور حجاج

عظیم الشان مرحوم دیلمی رضوان اللہ علیہ لکھتے ہیں :ایک سات سالہ بچہ حجاج کے سامنے آیا اور کہا اے امیر :یہ بات جان لو کہ میرا باپ اس وقت اس دنیا سے گزر گیا جب میں اپنی ماں کے شکم میں تھا اور میری ماں بھی اس وقت دنیا سے گزر گئی جب میں شیر خوار تھا ۔

اور دوسرے لوگ میرے امور کی کفالت کرتے تھے ۔اور میرے باپ نے ایک باغ میرے لئے چھوڑا کہ جو میرا معین و مددگار تھا اور میری زندگی کے واجبات ان سے پورے ہوتے تھے ۔لیکن فی الحال تمہارے عمّال میں سے ایک نے اس کو غصب کر لیا ہے۔جو شخص خدا سے نہیں ڈرتا ہے تو وہ امیر کی شان وشوکت اور قدرت و منزلت سے کیا ڈرے گا ۔یہ تمہاری ذمہ داری ہے کہ ظالم کو منع کرو اور لوگوں کے حقوق ان کو پلٹا دو۔تاکہ اس کا نتیجہ حاصل کر سکو ۔

----

(1):- عدۃ الداعی،سبزواری ، ص ۱۲۴

(يَوْمَ تَجِدُ كُلُّ نَفْسٍ ما عَمِلَتْ مِنْ خَيْرٍ مُحْضَراً وَ ما عَمِلَتْ مِنْ سُوءٍ تَوَدُّ لَوْ أَنَّ بَيْنَها وَ بَيْنَهُ أَمَداً بَعيداً (٣٠)[1]

اس دن کو یاد رو جب ہر نفس اپنے نیک اعمال کو بھی حاضر پائے گا اور بد اعمال کو بھی ۔کہ جن کو دیکھ ر یہ تمنا رے گا کہ کاش ہمارے اور ان برے اعمال کے درمیان طویل فاصلہ ہوجاتا ۔

حجاج نے حکم دیا کہ اسکا باغ اسکو پلٹا دیا جائے ۔اور یہ بھی حکم دیا کہ ادیبوں کو بھی اسے ھر سے دور ر دو اسلئے کہ وہ ان سب سے بڑا ادیب ہے ۔[2]

م کو تو ہ رنا چاہئے کہ مورد بحث آیہ ریمہ اور اس سے مشابہ آیات مورد استثناء پر مشتمل ہیں ۔ {إِلاَّ بِالَّتي‏ هِيَ أَحْسَنُ} یتیموں کے مال کے نزدیک نہ ۔ لہذا مگر اس طریقہ سے کہ جو بہترین طریقہ ہے اور اسے مال کی حفاظت وسعت کا سبب و۔ البتہ وہ تصرف کہ جسکا نتیجہ یتیم کے مال کی حفاظت یا فائدہ و تو کوئی مشکل نہیں ہے بلکہ بسا اوقات مطلوب اور پسندیدہ ہوتا ہے ۔

مذکورہ بالا آیئہ ریمہ دونوں مقام یعنی محل بحث آیئہ ریمہ اور اس سے مشابہ سورہ اسراء کی آیئہ ریمہ سے یہ نتیجہ حاصل ہوتا ہے ۔کہ یتیم کے مال کے نزدیک ونے کی حرمت کے معنی اسے مال میں تصرف حاصل رنا ہے ۔کہ جو اقتصادی امور کی تدبیر کی قدرت اور اپنے مال کی حفاظت اور اس سے فایدہ حاصل رنے کی صلاحیت نہ ر ھتا ولیکن جس وقت وہ حد بلوغ تک پہونچ جائے اور تم کو یہ احساس و کہ اب وہ خوداپنے مال کی حفاظت اور اسکو صحیح جگہ پر تصرف اور فائدہ حاصل رنے کی صلاحیت حاصل ر چکا ہے ۔تو اس وقت اسے مال میں تصرف سے منع کیا گیا ہے ۔مگر یہ کہ وہ شرعی ضوابط کی بنیاد پر و ۔

----

(۱):- سورہ آل عمران، آیۃ ۳۰

(۲):- ارشاد القلوب ،ص ۲۳۰

۷:ناپ اور تول میں عدل اور انصاف سے کام لینا

ساتواں محل بحث موضوع ناپ تول میں عدل اور ا اف سے کام لیناہے ۔

خریدار کوا کی چیز صحیح و سالم اور مکمل حوالہ ر نا خود ایک ا م موضوع ہے ۔ کہ جو وام الناس کے اعتماد کو بحال ر نا ہے ۔اور معاشرہ کے مختلف افراد کو زندگی میں متحرک ر دیتا ہے ۔اور ایک راہ پر لگا دیتا ہے ۔ جیسا کہ خود قوانین کی رعایت دو ت کی لانا تقسیم کا ایک وسیلہ ہے ۔ اور ان قوانین کی رعایت رکے جھوٹی اور نا مشروع دو ت غلط و وں کے پاس جمع نہیں و تی ۔ اور ہر ایک اپنا شرعی اور واقعی حق کو حاصل ر یتا ہے ۔

اور انہیں کے مقابل میں جو شخص اشیاء کے تولنے کا ذمہ دار و لیکن اگر وہ امانت دار اور قابل اعتماد نہ و اور خریدار کے حق میں کٹوتی اور ناپ اور تول میں خیانت رے گا۔تو معاشرہ میں ایک دو رے کے اوپر سے اعتماد کی روح ختم ہو جائیگی اور ایک دو رے کے تئیں اعتماد کی جگہ بد انی پیدا و جائے گی ۔اور ا ن کے ساتھ معاشرہ میں د شمنی ، عداوت ، نفرت و حسد اور کینہ رائج و جائیگا ۔

اور نتیجہ میں طرف مقابل کم تولنے پر مجبور وگا کہ جسکی و بہ سے معاشرہ میں ایک دو سرے کے تئیں خیانت کا دروازہ کھل جائیگا۔اور پھر یہی چیز رواج پیدا ر لے گی ۔اور صحیح و سالم اجتماعی روابط باقی نہیں رہیں گے بلکہ تمام اجتماعی در م بر م و جائیگا ۔اور ایک بد ان اور خیانت کار معاشرہ کی داغ بیل پڑ جائیگی اس رح کہ و وں کے اجتماعی اور اخلاقی حقوق ضایع ونے لگے گیں ۔

اور خریدارنے جو قیمت ادا کی ہے اس کے مقابل اسے جنس نہیں ملسے گی۔جس کے نتیجہ میں معاشرہ میں حق کشی اور ایک دو رے کےحق کو ضایع ر نا بھی مکمل طور پر رائج و جائیگا اور پھر غلط اور نا جائز طریقے سے دو ت ا ٹا رنے کا راستہ ہر ایک کے لئے کھل جائیگا ۔ اور ایک سالم اور ا ہی معاشرہ کی جگہ مادی اور شی انی معاشرہ وجود میں آجائیگا۔اس لسلے میں م کو خدا سے پناہ مانگنا چاہئے ۔

خدا وند تعال صحیح ناپ تول کے لئے محل بحث آیت میں ارشاد فرماتا ہے ۔

(وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ وَ الْميزانَ بِالْقِسْط)

اور سورہ اسراء میں ارشاد فرماتا ہے (وَ أَوْفُوا الْكَيْلَ إِذا كِلْتُمْ وَ زِنُوا بِالْقِسْطاسِ الْمُسْتَقيمِ ذلِكَ خَيْرٌ وَ أَحْسَنُ تَأْويلاً) (٣٥)[1]

اور جب ناپو تو پورا ناپو اور جب تولو تو صحیح ترازو سے پورا پورا تولو کہ یہی بہتری اور بہترین انجام کا ذریعہ ہے ۔

اور حضرت شعیب علی نبینا و آلہ و علیہ السلام کی داستان میں بھی فرماتا ہے ۔

(وَ إِلى مَدْيَنَ أَخاهُمْ شُعَيْباً قالَ يا قَوْمِ اعْبُدُوا اللَّهَ ما لَكُمْ مِنْ إِلهٍ غَيْرُهُ وَ لا تَنْقُصُوا الْمِكْيالَ وَ الْميزانَ إِنِّي أَراكُمْ بِخَيْرٍ وَ إِنِّي أَخافُ عَلَيْكُمْ عَذابَ يَوْمٍ مُحيطٍ (٨٤)وَ يا قَوْمِ أَوْفُوا الْمِكْيالَ وَ الْميزانَ بِالْقِسْطِ وَ لا تَبْخَسُوا النَّاسَ أَشْياءَهُمْ وَ لا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدينَ) (٨٥) [2]

اور ہم نے مدین کی طرف ان کے بھائی شعیب کو بھیجا تو انہوں نے کہا کہ اے قوم اللہ کی عبادت کرو کہ اس کے علاوہ تیرا کوئی خدا نہیں ہے اور خبردار ناپ تول میں کمی نہ کرنا کہ میں تمہیں بھلائی میں دیکھ رہا ہوں اور میں تمہارے بارے اس دن کے عذاب سے ڈرتا ہوں جو سب کو احاطہ کرلیگا ۔{۸۴}اے قوم ناپ تول میں انصاف سے کام لو اور لوگوں کو کم چیزیں مت دو اور روی زمین میں فساد مت پھیلاتے پھرو ۔{۸۵}

----

(۱):- سورہ اسراء، آیۃ ۳۵

(۲):- سورہ ھود آیۃ ۸۴،۸۵

ان آیات سے یہ استنباط ہوتا ہے کہ شہر مدین کے لوگ دو گناہوں کے مرتکب ہوئے تھے ۔ایک اللہ تعالی کا شرک اور دوسرے کم فروشی ۔ حضرت شعیبؑ انہیں شرک سے مبارزہ کے ساتھ ساتھ ان کے درمیان رائج کم فروشی سے جنگ کرتے ہیں ۔ ہم قرآن کے اس نکتہ سے آپ کو لین دین میں گناہ کی اہمیت کو پہچان سکتے ہیں ۔

اور دوسرے یہ کہ حضرت شعیبؑ ان دو بڑے گناہوں کی وجہ سے اس دنیا میں سب کو گھیر لینے والی بلا کے نزول کے دن سے بے چین تھے ۔اور آخر کار چونکہ قوم نے اس مرد الہی کی خیر خواہی اور ارشادات پر کوئی توجہ نہیں دی {یا قبول نہیں کیا } عذاب الہی ان پر نازل ہوا۔ یا دوسری صریحی آیات کے مطابق آسمانی عذاب {بجلی} نے ان کو گھیر لیا اور زمین کے زلزلوں سے دوچار ہوئے۔ اور بھی بہت سی دوسری آسمانی بلائیں ان پر نازل ہوئیں ۔

ایک کم فروش کی جان کنی کا ہولناک قصہ

مرحوم برغانی نقل کرتے ہیں کہ مالک دینار کہتے ہیں کہ :میرا پڑوسی بیمار ہوا اور میں اس کی عیادت کے لئے گیا تووہ حالت احتضار میں تھا اور فریاد کر رہا تھا {دو آگ کے پہاڑ میری جان لینا چاہتے ہیں }میں نے کہا :یہ فقط وہم و گمان ہے ۔اس نے سنا اور کہا :{نہیں بلکہ عین حق ہے۔کیونکہ میں دو پیمانے {ترازو } رکھتا تھا ۔ایک سے کم دیتا تھا اوردوسرے سےزیادہ لیتا تھا اوریہ اسی کا نتیجہ ہے }[1]

اخلاقی مباحث میں اس موضوع سے متعلق دوباتوں کو بیان کرنا ضروری ہے ۔جس طرح آپ ،تول میں عدالت کی رعایت کرنا چاہئے اور جنس و متاع کو مکمل اور بغیر کمی کے دینا چاہئے۔ اسی طرح متاع کو بھی معمولی قیمت سے زیادہ خرید کر کے نہیں دینا چاہئے ۔

----

(۱):- مجالس المتقین ،ص ۱۰۵

اگر پہ وہ انسان کہ جو مالک ہے اس کو یہ حق ہے کہ اپنی چیز کو نہ بیچے،یا اپنی چیز کو بہت زیادہ مہنگی بیچے۔ لیکن انسانی اخلاقیات کا تقاضہ رہتا ہے کہ اس طرح نہ کرے۔ اور اس سے زیادہ افسوس ناک بات یہ ہے کہ جنس کی ایک ایسی قسم کو کہ جس کی قیمت کم ہو اس کو نفیس تر اور بہتر چیز کے بدلے بیچے ۔ اوریہ کام خریدار پر مال کا تھوپنا ہے ۔

ایک ذمہ دار لباس فروش کا واقعہ

مصر کے مشہور مفسر قطب نقل رہتا ہے کہ یونس ابن عبید ایک معمولی انسان اور لباس فروش تھا وہ لباس کہ جن کو وہ بیچتا تھا وہ دو قسم کے لباس تھے۔ ایک دو سو درہم والا،دوسرا چار سو درہم والا ۔ایک دن اس نے اپنے بھتیجے کو اپنی جگہ بٹھا دیا ۔اور نماز پڑھنے کے لیے مسجد چلا گیا۔

اسی دوران ایک عربی آیا اور اس نے ایک لباس کہ{ جس کی قیمت تقریبا چار سو درہم ہوتی تھی }کو مانگا ۔تو بچہ نے ایک دوسودرہم والا کپڑا اس کو دیکھایاتو مرد عرب نے اس کو پسند کرلیا اور چار سو درہم اس کو ادا کیا ۔

یونس کہ جو مسجد سے پلٹ رہاتھا راستے میں اس شخص سے ملاقات ہوگئی اورجیسے ہی اس نے کپڑے کو دیکھا سمجھ گیا کہ یہ اس کی دوکان سے خریدا گیا ہے ۔سامنے آیا اور اس عرب سے پوچھا :یہ کپڑا کتنے کا خریدا ہے ؟

عرب نے جواب دیا :چارسو درہم کا ۔یونس نے کہا :اس کی قیمت تو دو سو درہم سے زیادہ نہیں ہے کیسے چارسو درہم کا تمکو بیچا ہے؟ واپس چلو تاکہ بقیہ درہم تم کوواپس دیدوں۔

عرب نے کہا : اتفاقاً ٹھیک ہی قیمت ہے ۔اورہمارے شہر میں تو اس کو پانچ سو درہم میں بیچتے ہیں۔ آخر کار یونس اس کو دوکان واپس لایا اور دو سو درہم اس کو واپس دیئے ۔ اس کے بعد اپنے بھتیجے سے غصہ میں کہا:خدا سے شرم و حیا کیوں نہیں کرتے ہو ؟

نوجوان نے جواب دیا :میں کیا روں وہ خود اس قیمت پر راضی و یا اور خرید لیا ۔یونس نے تعجب سے اپنے -ر کےو ہلایا-ااور ہہ-ا

:افوس اگر وہ اس قیمت پر راضی و یا تھا تو تم کیوں خود اسام نتہ کی جانہ تو ہ ہ. تھےکہ ہ.افع اس سے قبول رلیا ؟ (۱)

۲ : جس طرح و وں کی چیزوں میں کم تولہا اورہ.لپنا ہ.اہ وہ.افرمانی اور حکم اہی کی خلاف ورزی ہے۔ ان طرح و وں کی شخ -یت کو بے توجہی اور ان کے مقام ومراتہ کو چھوٹا سجہ.نا بھی ہ.اہ ظیم ہے ۔

اور انساو ں کے لیے بھی علم ،نیلت اور الات نفسانی کی شخ یت کا بھی ایک میزان پایا لجہتا ہے اور اس میزان کےو کےم اور نیہ-ادہ رہ.نا معاشرہ کے نظم و نسق میں خلل ایجاد رہ.نا ہے اور نیلت کے معیاروں کو ختم ردیتا ہے ۔

اور وہ افرادکی جوبڑے بڑے القاب کے لائق نہیں ہیں اگر ان القاب کو حاصل رنے کی کوشش میں ہیں اور ا کو رائج رہ.نا چہ-اہتے ہیں تو انہوں نے بھی لپنا سہ ابی مرتبہ ضایع رہ.ب باد ر دیا ہے ۔

اور وہ افراد کہ جو بے و ہ اپنی مدح و ثہنا رنے والے افراد کو ترجیح دے رہیں ہیں خدا وند تعا ل کی بارگاہ میں مسؤل -وں گے اور وہ آخرت کے دن اپنے آپ کو پروردگار کی عدا ت کے لیے آمادہ رھیں ۔ ان و وں کے مقابل میں کہ جو علم و عمل کے اعتبار سے بلہ.رہو بالا مقام کے حال ہیں۔ اگر وگ ان کی شائستی کے بیا ن رنے میں کوہ.اہی ریں گے اور ان کو نچلی سہطح کے افراد سے پہچنوائیں گے تو یہ جان لیں کہ انھوں نے برائی کی وادی میں قدم رکھ لیا ہے ۔اور اپنےاس ہ.اجائز عمل کے ذریعہ سے دوزخ کے دروازہ کو اپنے اوپر ھول لیا ہے۔ اور خدا وند تعال کے ع اب اور نضب کی جانہ جارہے ہیں۔

----

(۱):- انسان بیہ مادیگری و اسلام، محمد قطب، ترجمہ سیر خلیل خلیلیان چاپ دوم ص ۱۳۸

اور وہ افراد کہ جنھوں نے معاویہ ،ولید ،ہشام ،ہارون اور منصور جیسے کو امیرا و نیٔ بنا دیا ہے اور ان نام کے ذریعہ ان کو نماز جمعہ کے خطبوں میں یاد کرتے ہیں اور دوسری جانب امام حسین علیہ السلام اور مسلم ابن عقیل علیہ السلام کو فساد، تفرقہ اور خروج کا سبب جانتے ہیں ۔ اور وہ وں کے معیار و میزان کو توڑ ڈالا اور جابجا کر دیا ہے تو وہ عذاب خدا کے منتظر رہیں ۔

عدل کے ساتھ گفتگو

محل بحث آیات میں دسواں امر یہ ہے کہ

(وَ إِذا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا وَ لَوْ كانَ ذا قُرْبى) (انعام ۱۵۲)

اور جب بات کرو تو انصاف کے ساتھ چاہے اپنے اقرباء ہی کے خلاف کیوں نہ ہو ۔

اور یہ حقیقتاً الہی تعلیمات میں سے عالی ترین تعلیم اور آسمانی آئین نامہ میں سے نورانی اور روشن آئین کا کام ہے اور کس قدر مشکل ہے کہ انسان گفتگو کرتے وقت حدود عدالت سے باہر نہ جائے اور اس کی امت بھی عدل کے صراط مستقیم پر ہوں ۔

امیرا و نیٔ حضرت علی ابن ابی طالب علیہ السلام اپنی عمر کے آخری لمحات میں قرآن کریم کی پیروی کرتے ہوئے اپنے بیٹوں حضرت امام حسن و امام حسین علیہ السلام کو اس موضوع کے متعلق وصیت کرتے ہوئے ارشاد فرماتے ہیں ۔

وقولا بالحق [1]

ہمیشہ حرف حق کہنا ۔یہ بات اس وقت اور بلند مرتبہ اور عظمت کی آخری بلندی تک پہونچ جاتی ہے کہ جب خداوند عالم ارشاد فرماتا ہے :

(وَ لَوْ كانَ ذا قُرْبى)

حق بات ہو حق و عدل کے ساتھ واہی دو اگر چہ اپنے اعزا و اقربا کے ہی خلاف کیوں نہ ہو ۔

----

(۱):- نہج البلاغہ، بخش نامہ ھا ،ش ۴۷

ہ ا تمہاری ذمہ داری ہے کہ نقط دو روں کے تعلق حق بات ہنے یا دو روں کے خلاف واہی دینے ہی میں منحصر نہیں ہوتی ہے ۔

بیشک : انسان کے قدم لڑکھڑانے کا ر اک مقام وہ جگہ وتی ہے کہ جہاں وہ اپنے کسی ایک زیز اور رشتہ دار کے خلاف واہی دینا چاہے اور وہ یہ جبکہ جانتا ہے کہ بھائی یا بھتیجہ ، یا بھانجہ ، باپ یا سالہ اصلی تصور وار ہیں۔اور کچھ ایسے حالات پیدا و گئے ہیں کہ ہے اس کے در یان ایک بے ناہ انسان پھنس جائے اور جرم ایک پاک و بے ناہ انسان کی گردن پر ڈال دیا جائے اور اس انسان کی واہی سے نیہ کا یصلہ و تا ہے ۔ تو اس طرح کے موقع پر ایک شمیر دل انسان اور ان و اوذر جیسے ان کا مالک انسان و کہ جو اپنے ا زادہ قہ با سے اپنی آنکھوں کو بند ر لے ۔اور نقط خدا کو نگاوں کے سامنے رکھے ۔اور حق کو ضائع و برباد نہ رے اور عدالت کو قہ اء پرقہ بان نہ رے ۔ عدل کی ارزش و قیمت ہر چیز اور ہر شخص سے زیادہ اور بزرگ شمار رے۔اور علم و یقین کے ساتھ گفتگو رے ۔

کسی چیز کی واہی دینا {کہ جو ایسے وں کیلئے نقد ان کا سبب و کہ جنکا واہی دینے والے سے کوئی تعلق نہیں ہے }کوئی مشکل کام نہیں ہے ۔اور ایسے انسان کیلئے کوئی ال نہیں ہے ۔ اسلئے کہ وہ واہی دینے والے سے کوئی تعلق نہیں ر تا ہے ۔ کہ ان کی جانب سے کسی رہ کا احساس یا تعلقات کے ختم و جانے کا خوف اور رشتہ داروں کے در یان اختلاف پیدا ہونے کا ڈر پایا جاتا ۔در حالیکہ زیزوں اور رشتہ داروں کے تعلق ان نا مساعد و ناخوشگوار حالات کا احتمال پایا جاتا ہے ۔ حقیقتا ایسے مقام پر آزاد اور آزاد فکر انسان ہی و تا ہے جو شہامت و جرات کے ساتھ واقعہ کی حقیقت کو بیان رے ۔اور اپنے رشتہ داروں کو اصل تصور وار ، ناہگار اور مجرم ٹہرائے ۔اور تمام ناخشگوار حالات اور مشکلات کے سامنے ثبات قدم کا مظاہرہ رے ۔

اور قابل ور مسئلہ یہ ہے یہاں پر موضوع عدل کو "قول" قرار دیا یا ہے ۔

(وَ إِذا قُلْتُمْ فَاعْدِلُوا)

در حالیکہ م کو اپنے " ل " اور کاموں میں عدل کی رعایت رہنا چاہئے۔

ظیم الشان مفسر ،مرحوم طبرسیرح ۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں : کہ یہ اس اعتبار سے ہے کہ اگر گفتار میں عدالت کسی کی عادت و جائے تو یہ خود عمل میں بھی عدالت کا سبب و جائے گا ۔گفتار میں عدالت اعمال میں عملی عدالت کی جانب بڑھنے کیلئے اہم ترین قدم ہے ۔

یہ نکتہ قابل تو ہ ہے لیے اسے تعلق دو رے نکتہ کو بھی بیان کیا جا رہا ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان کا بات رنے میں مبتلا ونا عمل کے مرحلہ سے بہت زیادہ ہے ۔کہ گفتگو رہنا ہمیشہ انسان کے ساتھ ہے ۔اور تنازعات و مشاجرات میں بھی انسان حکم اور فیصلہ میں شاہد و ئوید کے عنوان سے یا دو رے عنوان سے گفتگو رہتا ہے کہ جسکی و ہ سے خلاف واقع بات ہونے کا امکان رہتا ہے ۔اس مرحلہ پر فرماتے ہیں "یہ امر الٰہی ان اوامر بلیغہ میں سے ہے کہ جو کم الفاظ ساتھ زیادہ مفاہیم جیسے اقرار ، وا ہیاں ،و یتیں ،فتوے ، فیصلہ ،احکام ، ب اورامر بالمعروف اور نہی از نکر کو اپنے اندر لئے وئے ہے " [1]

بیشک: یہ وہ موارد ہیں کہ جو انسان کے حق و عدل سے انحراف کا سبب وتے ہیں اوس ۔ بات کا ڈرپایا جاتا ہے کہ ہر آدمی عدل کے خلاف کلام رے ۔اور بالخصوص اگر رشتہ داروں کے تعلق و ۔

محمد ابن ابی حذیفہ کا معاویہ کے ساتھ سخت رویہ

اس وقت م ایک ظیم الشان انسان کی داستان کو نقل رتے ہیں کہ جنہوں نے بالکل صحیح اس آیت پر عمل کیا ۔ محمد ابن ابی حذیفہ معاویہ کی دایہ کے بیٹے تھے ۔

----

(۱):- مجمع البیان ج۳ ، ص۳۸۴

اور امیر ا و نیز علی ا. ا علیہ ا السلام کے اصحاب و ا ار میں سے تھے ۔ وہ ایک مدت تک معاویہ کے زندان میں تیر تھے ۔جس وقت ان کو زندان سے باہر لایا یا تو معاویہ نے ان سے ہا : کیا اسکا وقت نہیں آیا ہے کہ تم وشیار و جاؤ اور راہی سے نجات حاصل ر و ؟ کیا تم نہیں جانتے و کہ عثمان مظلوم قتل ردیئے گئے اور عائشہ اور طلحہ و زبیر نے ان کے خون کے اص کیلئے خروج کیا ۔اور علیؑ نے حکم دیا تھا کہ عثمان کو قتل ردو ۔ اور آج م انکے خون کا م البہ ر رہے ہیں ؟ محمد ا. ابی حذیفہ نے جواب دیا : تم جانتے و کہ تمام و وں کی بنسبت میرا تعلق تم سے سب سے زیادہ ہے اور سب سے زیادہ میں تمہیں جانتا وں ؟ معاویہ نے ہا : بیشک : محمد ا. ابی حذیفہ نے ہا :خدا کی قسم تیرے علاوہ کسی نے بھی قتل عثمان میں شرکت نہیں کی ۔ اسلئے کہ ج عثمان نے تجھ کو والی مقرر کیا تو ہاجر و ا ار نے اس سے چاہا کہ تم کو معزول رے اور اس نے ایسا نہیں کیا ۔ مجبورا : انہوں نے جوم کیا اور اس کو قتل ر دیا ۔ اور خدا کی قسم یہی طلحہ و زبیر و عائشہ تھیں کہ جنہوں نے و وں کو قتل پر ابھارا اور عبد الرحمن ا. وف ،عبد اللہ ا. مسعود اور عمار اور ا ار بھی ان کی مدد ر رہے تھے ۔

اسکے بعد فرمایا : خدا کی قسم : میں واہی دیتا وں کہ میں ج سے تم کو پہچانتا وں۔ تمہارے رفتار و کردار زمانۂ جاہلیت اور اسلام کے زمانے میں مساوی ہے اور اسلام نے تمہارے اندر کوئی بھی تبدیلی پیدا نہیں کی ہے۔نہ کم۔نہ زیادہ ۔

ا کی علامت یہ ہے کہ تم مجھ کو علیؑ کی دوستی کی وجہ سے ر زنش رتے و ۔ حالانکہ وہ افراد کہ جنہوں نے علیؑ کے ساتھ قیام کیا اور جنگ میں ان کی مدد کی یہ وہ فراد تھے کہ جو مسلسل روزہ رتے تھے اور راتوں کو ،ھڑے و ر عبادت میں بسر رتے تھیں وہ یا ہاجر تھے یا ا ار ۔

لیکن ج افراد نے تیری مدد کی ہے وہ منافقوں ،طلقاء اور آزاد شدہ گان کی اولادیں تھیں ۔انکو تونے اپنی کاری سے ان کے دین سے خارج ر دیا ۔اور انہوں نے بھی تیری بات سے دھوکا ھایا ہے ۔ اے معاویہ خدا کی قسم : جو کچھ تونے کیاہے وہ تجھ سے پوشیدہ نہیں ہے اور جو کچھ انہوں نے کیا ہے وہ ان سے بھی پوشیدہ نہیں وگا ۔

اگر وہ تنہائی میں اپنے بارے میں سوچیں اور قیقت تک پہونچ جائیں تو جان لیں گے کہ خدا وند عالم کا قہر و نضب تیری ا ا ت میں ہے۔اور خدا کی م میں ہمیشہ علیؑ کو خدا و پیغمبر صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی و سے دوست ر ا وں اور ج تک زندہ وں تجھ کو خدا و رسول (ص)کی راہ میں اپنا دشمن سمجھتا ر وں گا ۔ معاویہ نے حکم دیا اس کو زندان میں ڈال دیا جائے۔یہاں تک کہ زندان ہی میں دنیا سے رخصت و گئے۔ (۱)

اس بات کو مدنظر ر نا چاہئے کہ وہ عال کہ جو انسان کو حق بات کہنے سے روکتا ہے ۔عاجزی ،احساس قارت اور رو ی اضطراب ہے لیکن ان تمام چیزوں کا ر انجام خدا سے ایک طرح کی غفلت ہے ۔ جیسا کہ زرت امیر ا و نین عمر و عاص کے تعلق ارشاد فرماتے ہیں ۔

(و انه ليمنعه من قول الحق نسيان الآخرة) (۲)

یہ آخرت سے فراموشی کا نتیجہ ہے کہ جس نےاسے حرف حق کہنے سے روک رھاہے ۔

----

(۱):- سفینۃ البحار، مرحوم قمّی ج ۱ ص ۳۱۳ ،مادہ حمد

(۲):- نہج البلاغہ ، خطبہ ۸۳

خدا وند کے عہد کی وفا

آیات ریمہ میں خدا وند عالم سے کئے گئے عہد وپیمان کے وفا رنے کو بیان کیا یا ہے ارشا وہوتا ہے ۔ (وَ بِعَهْدِ اللَّهِ أَوْفُوا) اور عہد خدا کو پورا رو ۔

اب م یہ دیکھیں گے کہ اس عہد سے مراد کیا ہے ؟ یہاں پر چند احتمالات پائے جاتے ہیں ۔

ا: ممکن ہے کہ اس سے انسان کا و وں سے کیا یا وا عہد وپیمان مراد و ۔ چونکہ خدا وند عالم نے و وں کے ساتھ کئے گئے عہد کو پورا رنے کا حکمدیا ہے ۔ ہذا اا کو عہد خدا کے عنوان سے ذ ر کیا یا و ۔

۲: احتمال پایا جاتا ہے کہ اس سے مراد وہ عہد وپیمان و کہ جو انسان خدا سے رتاہے اور چاہتا ہے (عاھدت اللہ) میں خدا سے عہد رتا وں کہ فلاں کام کو انجام دونگا اور یہ نذر کے مشابہ ایک چیز ہے ہذا باحث فقہی میں باب عہد،نذر و قسم کے ابواب کے ساتھ ذ ر کیا جاتا ہے البتہ اسکا پورا رنا واجب ہے ا کی دلیل یہ آیت ہے ۔

(وَ أَوْفُوا بِعَهْدِ اللَّهِ إِذا عاهَدْتُم) [1]

اور جب کوئی عہد رو تو اللہ کے عہد کو پورا رو ۔

۳: ممکن ہے اس سے مراد قوانین الہی اور احکام اسلامی وں ۔چونکہ خدا وند عالم نے دینی تکالیف کو و وں کی ذمہ داری قرار دیا ہے۔ اور ان سے چاہا ہے کہ ان کے پابند وں اور ان کی خلاف ورزی نہ ریں ۔ارشاد وتا ہے ۔

(إِنَّا عَرَضْنَا الْأَمانَةَ عَلَى السَّماواتِ وَ الْأَرْضِ وَ الْجِبالِ فَأَبَيْنَ أَنْيَحْمِلْنَها وَ أَشْفَقْنَ مِنْها وَ حَمَلَهَا الْإِنْسانُ إِنَّهُ كانَ ظَلُوماً جَهُولاً) (٧٢) [2]

(ا):- سورہ نحل ،آیۃ ۹۱

(۲):- سورہ احزاب ، آیہ ۷۲

بیشک ہم نے امانت کو آسمان ، زمین اور پہاڑ سب کے سامنے پیش کیا اور سب نے اسے اٹھانے سے انکار اور خوف ظاہر کیا ۔ بس انسان نے اس بوجھ کو اٹھا لیا کہ انسان اپنے حق میں ظالم اور نادان ہے ۔

و ہوتا ہے کہ یہ اس معنی پر شاہد ہو ۔ اسلئے کہ امانت کو ہوتا لیے الہی اور مقررات دینی کے معنی کئے گئے ہیں ۔

۴: یہ احتمال بھی پایا جاتا ہے کہ اس سے مرادخدا وند عالم کاوہ عہد و پیمان ہے کہ جو خدا وند عالم نے اپنے بندوں سے خصوصاً شیطان کے بارے میں لیا اور وں سے شیطان کی دشمنی اور اس سے بچنے کو کہا ہے ۔قرآن کریم میں ارشاد ہوتا ہے ۔

(أَ لَمْ أَعْهَدْ إِلَيْكُمْ يا بَني آدَمَ أَنْ لا تَعْبُدُوا الشَّيْطانَ إِنَّهُ لَكُمْ عَدُوٌّ مُبينٌ (٦٠)وَ أَنِ اعْبُدُوني هذا صِراطٌ مُسْتَقيمٌ) (٦١) [1]

اولاد آدم کیا ہم نے تم سے اس بات کا عہد و پیمان نہیں لیا تھا کہ خبردار شیطان کی عبادت نہ کرنا کہ وہ تمہارا کھلا ہوا دشمن ہے [۶۰] اور میری عبادت کرنا کہ یہی صراط مستقیم اور سیدھا راستہ ہے [۶۱]

فی الحال محل بحث آیت میں اس عہد و پیمان کی طرف اشارہ کیا گیا ہے اور وں سے چاہا ہے کہ ہمیشہ اسے پابند رہیں ۔ شیطان سے دوستی کیلئے ہاتھ نہ بڑھائیں اور اس کی اطاعات و پیروی کا عہد نہ کریں ۔ اور یہ احتمال محل بحث آیت میں پائے جانے والے ان تمام احتمالات میں ظاہر اور نزدیک تر ہے ۔ عہد الہی کی وفا یہ ہے کہ انسان شیطان کو اپنا دشمن شمار کرے اور اس بات کو اپنے دل و دماغ میں بٹھا لے کہ شیطان اسکا کھلا ہوا دشمن ہے ۔اور اس سے دشمنی کرنے میں کچھ بھی کمی اور کوتاہی نہیں کرنا ہے ۔کیا بہتر ہے کہ جو اس کی بھلائی چاہے اور اس کی نجات اور خوشبختی کے بارے میں سوچے اس تک پہونچے ۔

----

(۱):- سورہ یس ، آیة ۶۰،۶۱

اس بحث کے آخر میں یہ یاد دلانا ضروری ہے کہ ان نکات اور احتمالات میں سے ہر ایک اپنی جگہ اہمیت کا حامل ہے ۔ اور ہر ایک احتمال اپنی جگہ کے قابل ہے ۔

مسلمان اور قرآن کریم کے تابع افراد کو چاہئے کے ہر اس عہد و پیمان کیلئے کہ جو ایک دوسرے سے رکھتا ہے ۔اہمیت و ارزش کا قائل ہو ۔

اور دوسروں سے کئے گئے عہد و پیمان سے نہ پھرے تاکہ دوسروں کے اعتماد کو حاصل کرسکے۔اور اپنی انسانی اور اسلامی شرافت کی حرمت کو محفوظ رکھ سکے ۔اور اگر خدا سے کوئی عہد کرے کہ میں فلاں کام انجام دونگا اور فلاں برے عمل سے پرہیز کروں گا تو خدا سے کئے گئے اپنے اس معاہدہ پر سختی سے پابند رہے۔ یا اگر کوئی نذر کرے یا ان دو [نذر و قسم} ھائے تو قسم کو محترم شمار کرے اور اس کو پورا کرے ۔

ایک مسلمان کیلئے ضروری ہے کہ احکام الہی اور قوانین اسلامی کو انجام دینے میں بہت زیادہ کوشش کرے ۔اور اپنے تعہد اور پابندی کو بیان کرے ۔جیسا کہ پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے حالات زندگی میں وارد ہوا ہے ۔ انکی ازواج کا کہنا ہے کہ ہم ایک ساتھ بیٹھے ہوئے تھے جیسے ہی وقت نماز ہوا اور مؤذن نے اذان دی پیغمبر اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس طرح سے پھرے کہ گویا ہم کو پہچانتے ہی نہیں ہیں ۔نماز کو انجام دینے کیلئے اس قدر بے چین تھے۔

اور ان مقامات پر بھی کہ جہاں شیطان کے گمراہ کرنے کا احساس ہو یا وسوسۂ شیطانی پیدا ہو تو اپنے تمام وجود سے اس سے مقابلے کیلئے آمادہ ہو جاؤ۔

اور اپنے وعدہ کو یاد رکھو اور اس کو فراموش نہ کرو کہ خداوند عالم کے قول کے مطابق شیطان اسکا دشمن ہے ۔ابلیس کو ایک ٹھیس پہونچاؤاور اس کو چھوڑ دو ۔

۱۰:صراط مستقیم کی پیروی

اس آیت میں آخری نکتہ صراط مستقیم کی پیروی کرنا اور مختلف راہوں پر نہ چلنا ہے بیشک : وہ مرا ط کے جو ان آیات میں بیان کئے گئے ہیں صراط مستقیم ہیں جیسا کہ تصریح فرماتا ہے ۔

(وَ أَنَّ هذا صِراطي مُسْتَقيما)

اور بیشک یہی میرا سیدھا راستہ ہے ۔

مجبورا اور عقل سلیم کی بنیاد پر اس راہ پر چلنا چاہئے ۔ہم ا ارشاد فرماتا ہے۔

(فَاتَّبِعُوه)

پس اس صراط مستقیم کی اتباع کرو ۔اور اس سیدھے راستہ سے کہ جسکی انتہا خدا ہے۔اور انسان کو اس سے متصل کر دیتا ہے۔منحرف نہیں ہونا چاہئے اور مختلف مذاہب و مسالک کی جانب توجہ نہیں ہونا چاہئے ۔اور یہود، نصاری ،مجوس ،مذہب الحاد ،اور ماوراء طبیعت کا انکار کرنے والے،یا دو رخے اور ایسے مذاہب و مسالک اور سیکڑوں اور ہزاروں بدترین مقاصد رکھنے والوں کی جانب توجہ نہیں ہونا چاہئے۔اسلئے کہ یہ انسان کو صراط مستقیم پر چلنے سے روکتے ہیں ۔اور انسان کے بلند و بالا مقاصد میں رکاوٹ بن جاتے ہیں اور اکو تباہی اور فساد کے راستہ پر لگا دیتے ہیں ۔

اور وہ انسان کہ جو صراط مستقیم کی ہدایت حاصل کر چکا ہے ۔اور آسمانی ہدایت کے ذریعہ صحیح ،علاوہ اور حق کے راستہ کو پہچان چکا ہے ۔کیوں کہ ان مختلف راہوں کے ذریعہ سے کہ جو انسان کو ہلاکت و نابودی کی جانب ڈھکیل دیتے ہیں دل لگی رکھتا ہے ۔اور کیوں مختلف اور پراکندہ راہوں کی جانب کہ جو اکو گمراہ کرتی ہیں توجہ ہوتا ہے ؟

آخر: کس طرح سے مم ہے کہ وہ ترقی بخش رہنامے اوروہ دس امور پر مشتمل ہدایات [کہ جو ا عباس کی تعمیر کے م ابق قرآن ریم کی آیات محکمات میں سے ہیں۔

ہنا دیدہ شمار ریں اور ان کو چھوڑ دیں اور منحرف کنندہ و بغیر سوچے سمجھے ہنائے وئے راستوں کی طرف ادھر ادھر ٹھو ریں ھائیں ؟ کیا وجدان لیم اس طرح کے رویہ کو قبول رتاہے۔ اواس بات کو پسند رتا ہے کہ انسان ان عالی م ا کو کہ جو اسے بیدار ضمیر کی آواز ہے چھوڑ دے اور شیر انی ہنادوں کی آواز کے پیچھے کہ جو ان میں سے ہر ایک کاری رتا ہے اور وہ مخصوص د وی کہ جو وہ ر رتا ہے اس پر چل پڑے]اور کیا ایسے کام کا انجام ایک جاہلانہ عمل کے ساتھ جہنم کی پستی اور دوزخ کے دوناک ع اب کے علاوہ اور کچھ و رتا ہے؟ کیا طحہ و زبیر کا انجام سعادتمندانہ تھا ؟اور کیا ان و وں کا فائدہ کہ جنہوں نے امام بر حق کو چھوڑ دیا اور چند روزہ دنیوی حکومت کی خاطر ولی خدا کو بھلا دیا اور صراط مستقیم سے دوری اختیار ر لی تھی مشکلات ،نق ان ،ندامت اور پریشانی کے علاوہ کچھ اور تھا ؟

کیا زیاد ا ربیہ [کہ جو راہ حق کو اختیار رنے نی امام علیؑ اور مدتوں خدا کے ولی ا ظم کی خدمت رنے کے بعد معاویہ کی جانب چلا یا اور اس نساد کی جڑ سے جا ملا] کا آخری انجام اچھا تھا ؟یا اپنے اس غلط عمل کے ذریعہ وہ ظلمت کا اسیر اور نساد میں نرق و یا اور ذ ت و رسوائی کا تیری و یا تھا؟

اور دور حاضر میں انقلاب اسلامی سے دشمنی رنے والے ہناقید کہ جنہوں نے راہ خدا کو ترک کیا اور مقدسات اہی کو پس پشت ڈال دیا اور اپنے نصیحت رنے والے اور دلسوز علماء کی تک حرمت کی ۔اور بہکانے والے شیاطین کی آواز پر لبیک ہی۔ کیا انہوں نے شرف و بلندی حاصل کی اور معاشرہ میں کوئی بلند رو بالا مقام حاصل کیا ؟

نہیں :بلکہ انے کاموں کا نتیجہ یہ وا کہ وہ شرف و انسانیت سے ہاتھ دھو بیٹھے ۔اوریہ نوبت آگئی کہ یہ وگ اپنے مخالفوں کے لئےبد تری کلمات استعمال رتے ہیں۔

اور زندگی کی ٔ یک لینے کیلئے اپنے دی و ملت اور مملکت کے دشم کو پناہ دیتے ہیں اور ذ ت و رسوائی کو برداشت کرتے ہیں اور کیسے کیسے بدتری اعمال انجام دینے پر مجبور ہیں ۔

آخر کار ذ ت و رسوائی کو خود اپنے لئےاور اپنے بیوی بچوں کیلئےخریدلیا اور انسانیت کے دشم افراد کی غلامی پر ذ ت و خواری سے راضی ہیں ۔

بیشک خدا سے منحرف ونے اور صراط مستقیم سے دوری کانتیجہ یہ ہے کہ وہ انسان کو پستی اور ذ ت و رسوائی کی طرف ڈ یل دیتا ہے ، اور وہ رزنامے کہ جو کوئی بھی شری انسان برداشت نہیں رہتا ہے اسے اوپر لاد دیئےجاتے ہیں ۔

آوارگی و بے چارگی ،ھر اور خاندانی تعلقات سے دوری اور نیر اسلامی پست فر نگ کے کوپانا اور بے بنیاد عناصر کے مقابلے میں چاپلو ں رہنا اور دی کی بے حرمتی کاتلخ نتیجہ اور شی ان رجیم کی پیروی ہے ۔

خدایا !صراط مستقیم تیری اور تیرے تمام مطلوب و محبوب انبیاء و اولیاء کی آرزو ہے۔ ل ا ہ اری حیات کو اس نورانی راہ پر قرار دے ۔اور م کو ایک محہ کیلئے بھی اس سے برطرف نہ رہنا ۔

آمین

فہرست

ہدیہ 2

انتساب 3

مقدمہ 4

صراط مستقیم کی برتری و حکمرانی ہے 7

صراط مستقیم کا آغاز کرنے والے 8

صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنے والے 10

صراط مستقیم کی جانب ہدایت کرنے کے لایق افراد 12

صراط مستقیم کیلئے مشکلات 15

صراط مستقیم کی ہدایت پانے والے 17

سب کی دائمی دعا ،صراط مستقیم کی ہدایت 19

صراط مستقیم کا اجمالی تعارف 24

صراط مستقیم کا تفصیلی بیان 27

شرک سے پاک رہنا اور اس سے دوری اختیا رکرہ ۱۰ 29

ملں باپ کے ساتھ احسان.. 36

اولاد کے قتل سے اجتناب.. 40

۴: عفت کے منافی اعمال سے دوری.. 46

ما:۰امحرم کے ساتھ خلوت : 48

۲:لڑکے اور لڑکیوں کی دوستی:.. 48

۳ : ہ ۱۰ محرم کو دیکھنا : 49

۴: لڑکے اور لڑکیوں کے لئے بعض کپڑوں کا پہننا : 50

۵:جسمانی اتصال مش ہا تھ ہ ۱۰ : 50

آدم کشی سے اجتناب.. 51

ما: باب قصاص:.. 53

۲۔: باب حدود:۔ 54

۳۔:باب ارتداد: 55

۶ :یتیم کے مال کی رعایت کر ۱۰ 55

حاکم اور یتیم بچہ اور آیات قر آنی کی ۱۰ ثیر 57

سات سالہ یتیم بچہاورحجاج 58

۷:اپ اور تول میں عدل اور انصاف سے کام لینا 60

ایک کم فروش کی جان کنی کا ہولناک قصہ 62

ایک ذمہ دار لباس فروش کا واقعہ 63

عدل کے ساتھ گفتگو 65

محمد ابن ابی حذیفہ کا معاویہ کے ساتھ سخت رویہ 67

خدا وند کے عہد کی وفا.......... 70

۱۰:صراط مستقیم کی پیروی 73